تحریک پاکستان کے مشہور راہنما

قائداعظم نے بدلی قوم کی تقدیر آج ہاں اسیروں کی کٹی تھی آہنی زنجیر آج

قائداعظم محمد علی جناح
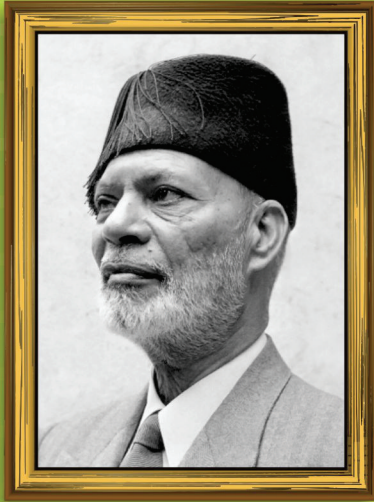
لیاقت علی خان

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان

حضرت مفتی محمد صادق

سردار عبدالرب نشتر

مولانا محمد علی جوہر

(علی برادران)

مولانا شوکت علی

تیسرے بھائی: مولانا ذوالفقار علی خان گوہر

پاسباں تجھ کو ملیں تجھ کو قدرداں ملیں مہر مادر کی طرح تجھ کو مہرباں ملیں

وطن عزیز کے قابل فخر احمدی سپوت

سلام اس یوم آزادی کو صبح و شام کرتا ہوں
میں اپنی زندگی اپنے وطن کے نام کرتا ہوں

حضرت مولانا عبدالرحیم درد

حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد
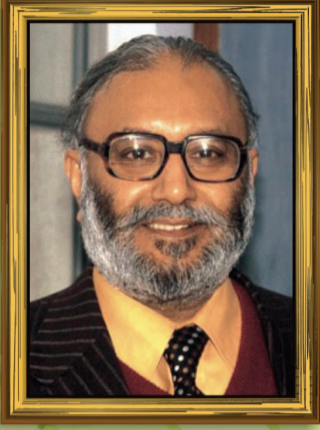
محترم ڈاکٹر محمد عبدالسلام صاحب نوبیل انعام یافتہ

محترم شیخ بشیر احمد صاحب

محترم پروفیسر قاضی محمد اسلم صاحب

حضرت شیخ محمد احمد مظہر ایڈووکیٹ ماہر لسانیات

محترم شیخ محمد اسماعیل پانی پتی صاحب

محترم جنرل اختر حسین ملک صاحب۔ہلال جرأت

محترم جنرل عبدالعلی ملک صاحب۔ہلال جرأت

محترم میجر جنرل افتخار جنجوعہ صاحب۔ہلال جرأت
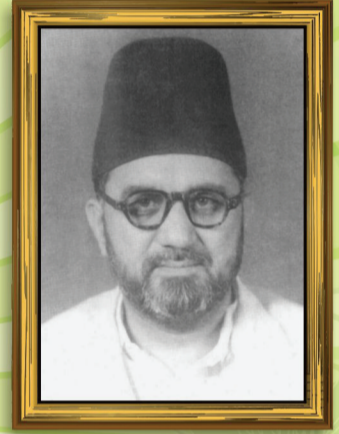
محترم جنرل نسیم احمد صاحب

سکواڈرن لیڈر محترم خلیفہ منیر الدین احمد صاحب

محترم جنرل ناصر احمد صاحب

محترم میجر افضال احمد صاحب۔تمغۂ بسالت

محترم پروفیسر نصیر احمد خان صاحب

ہمارا خون بھی شامل ہے تزئین گلستاں میں
ہمیں بھی یاد کرلینا چمن میں جب بہار آئے

مکرم جمیل احمد بٹ صاحب

قائداعظم اور جماعت احمدیہ کے خوشگوار تعلقات

قائداعظم ایک سچے، دیانتدار، محنتی، قانون پسند اور مخلص انسان تھے۔انہوں نے مسلمانان ہند کی کامیاب قیادت کی اور آئینی طریق پر ان کے لئے ایک آزاد اور اس وقت مسلمانوں کے سب سے بڑے ملک کا قیام ممکن بنایا۔اس جدوجہد میں مسلمان عوام ان کے ساتھ تھی۔ گو ہندوستان کی بیشتر مسلم تنظیمیں اور گروپ از قسم علمائے دیوبند، جمعیت علمائے ہند، جماعت اسلامی، مجلس احرار، خاکسار تحریک ان کے بھرپور مخالف رہے۔صرف جماعت احمدیہ وہ واحد جماعت تھی جو اس تحریک میں شامل اور دامے، درمے، سخنے تحریک پاکستان کی مددگار رہی اسی لئے قائداعظم اور احمدیوں کے مابین ہمیشہ خوشگوار تعلقات رہے۔حضرت امام جماعت قائداعظم کے معترف رہے، آپ اور قائداعظم کی باہم کئی ملاقاتیں ہوئیں، خط و کتابت رہی، اہم معاملات میں حضرت مصلح موعود نے قائداعظم کو صائب مشورے دیئے اور گراں قدر عملی مدد کی۔ دوسری طرف قائداعظم نے بھی احمدیوں سے روابط رکھے، ان کی حمایت کی، احمدیوں کی مدد کو الم نشرح کیا۔حضرت خلیفۃ المسیح کو دعا کے لئے درخواست کی، ایک مشہور احمدی کی برملا تعریف کی اور انہیں اعلیٰ مراتب پر فائز کیا۔ ان حقائق پر مشتمل چند واقعات درج ذیل ہیں۔

حضرت مصلح موعود کے قائداعظم کے بارے میں تعریفی ارشاد

i- حضرت مصلح موعود نے 11 ستمبر 1927ء کو شملہ میں الفنسٹن ہال میں نواب سر ذوالفقار علی خاں کی صدارت میں ایک لیکچر دیا جس میں منجملہ یہ بھی فرمایا:

”جناح صاحب اس وقت سے مسلمانوں کی خدمت کرتے آئے ہیں کہ محمد علی (جوہر) صاحب ابھی میدان میں نہ آئے تھے ......میں ان کی خدمات کے باعث ان کو قابل عزت اور قابل ادب سمجھتا ہوں“۔

(لیکچر شملہ۔انوار العلوم جلد 10 صفحہ 18)

ii- حضرت مصلح موعود نے اپنے ایک مضمون رقم فرمودہ 8 دسمبر 1927ء میں فرمایا:

”مسٹر جناح اور مولانا محمد علی سے پچھلے دنوں شملہ میں مجھے شناسائی ہو چکی ہے اور یونیٹی کانفرنس اور قانون حفاظت مذاہب کے متعلق گھنٹوں ان کے ساتھ مل کر کام کرنے کا موقع ملا ہے میں مسٹر جناح کو ایک بہت زیرک، قابل اور مخلص خادمِ قوم سمجھتا ہوں اور ان سے مل کر مجھے بہت خوشی ہوئی میرے نزدیک وہ ان چند لوگوں میں سے ہیں جنہیں اپنے ذاتی عروج کا اس قدر خیال نہیں جس قدر کہ قومی ترقی کا ہے“۔

(ٹریکٹ مسلمانانِ ہند کے امتحان کا وقت۔انوار العلوم جلد 10 صفحہ 45)

حضرت مصلح موعود کی قائداعظم سے ملاقاتیں

جماعت احمدیہ کے دوسرے خلیفہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب بعض اہم معاملات پر ہندوستان کے مشہور سیاسی زعماء سے تبادلہ خیالات کے لئے اگست، ستمبر 1927ء میں شملہ میں مقیم رہے۔اسی دوران آپ کے قائداعظم سے جو اس وقت اپنے نام سے پہچانے جاتے تھے درج ذیل ذاتی رابطے اور ملاقاتیں ہوئیں۔

i- ناموس پیشوایان مذاہب کے تحفظ کے لئے حضرت مصلح موعود نے جو مسودہ قانون تجویز کیا تھا اس پر گفتگو کے لئے جو مشہور لیڈر گاہے بگاہے آپ کی فرودگاہ پر تشریف لائے اور گھنٹوں بیٹھ کر تبادلہ خیالات کیا ان میں محمد علی جناح بھی تھے

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 612)

ii-اس دوران شملہ میں ہندو مسلم اتحاد کانفرنس ہوئی جس کے شریک لیڈروں میں حضرت مصلح موعود اور جناب محمد علی جناح بھی شامل تھے اور ہر دو کانفرنس کے تینوں اجلاسوں میں شریک ہوئے۔ پہلے دو اجلاسوں میں حضرت مصلح موعود نے خطاب فرمایا جبکہ تیسرا اجلاس قائداعظم کی صدارت میں ہوا۔

iii- شملہ کانفرنس کا آخری اجلاس قائداعظم کی صدارت میں ہوا اور اس میں حضرت مصلح موعود نے جداگانہ انتخاب کے حق میں تقریر فرمائی۔

iv۔شملہ ہی میں حضرت مصلح موعود کی قائداعظم کے ساتھ ایک One to One ملاقات ہوئی، اس کی چشم دید روایت ایک بزرگ کی زبانی یوں ہے۔

یہ موسم گرما 1927ء کا واقعہ ہے ستمبر کا مہینہ تھا تمام صوبوں کے لیڈر شملہ میں اکھٹے ہوئے حضرت مصلح موعود کی رائے جداگانہ انتخاب کے حق میں تھی....قائداعظم اس وقت مشترکہ انتخاب کے حق میں تھے....آپ (حضرت خلیفۃ المسیح) نے ان دنوں انتہائی کوشش کی کہ مسلمان مشترکہ انتخاب کے سراب نما خوشکن نظریہ فریب میں نہ آجائیں چنانچہ آپ نے مختلف صوبوں کے لیڈروں کو ایک ایک کر کے اپنے ہاں مدعو کیا ہر ایک کے ساتھ فرداً فرداً تبادلہ خیال کر کے ان پر اپنا نقطہ نگاہ واضح کیا......مرحوم قائداعظم اس وقت کانگریس کے ممبر اور مسٹر محمد علی جناح کہلاتے تھے آپ کو بھی کنگز لے (شملہ میں آپ کی رہائش گاہ) میں دعوت چائے دی گئی تھی میں اس وقت اس دعوت میں موجود تھا۔آپ نے تبادلہ خیال کے آخر میں فرمایا۔مرزا صاحب! میں نہیں مان سکتا کہ نصب العین ہمارا یہ ہو کہ ہندوستانی قوم بلند مقام تک جا پہنچے اور اس کا ذریعہ جداگانہ انتخاب ہو؟

(ہماری ہجرت اور قیام پاکستان سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب صفحہ 615-ادارالتجلید لاہور)

گو بالآخر قائداعظم نے اپنی رائے بدل لی اور جداگانہ انتخاب کے حامی ہو گئے۔

v۔ 1946ء میں ہندوستان میں عبوری حکومت میں مسلم لیگ کی شمولیت میں درپیش مسائل ایک وقت میں اتنے گھمبیر ہو گئے کہ تحریک کی کامیابی بالکل مخدوش ہو گئی۔اس مشکل وقت میں حضرت مصلح موعود ستمبر، اکتوبر 1946ء میں تین ہفتہ تک دہلی میں تشریف فرما رہے آپ نے 24 ستمبر کو قائداعظم سے انتہائی مخلصانہ اور دوستانہ ماحول میں تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ ملاقات کی جس کی خبر اورینٹ پریس کی طرف سے اخبارات میں بھی شائع ہوئی۔ (تاریخ احمدیت جلد 9 صفحہ 405)

حضرت مصلح موعود کی قائداعظم سے خط و کتابت

حضرت مصلح موعود نے کئی اہم مواقع پر قائداعظم سے مراسلت کر کے مسائل کے حل میں خصوصی کردار ادا کیا۔

i۔آپ نے قائداعظم کے نام اپنے 6/اکتوبر 1946ء کے ایک خط میں تحریر فرمایا:۔

ترجمہ: میں شاید اس سے قبل آپ کو مطلع نہیں کر سکا کہ اس روز جس دن میں نے آپ سے ملاقات کی تھی میں نے ہز ایکسی لینسی وائسرائے کو ایک خط بھجوایا تھا جس میں میں نے انہیں یہ لکھا تھا کہ مسلم لیگ کے تمام مطالبات کو مجھے اور میری جماعت کا پورا تعاون اور حمایت حاصل ہے۔

(تاریخ احمدیت جلد 11 صفحہ 462)

ii۔ جب عبوری حکومت میں مسلم لیگ کی شمولیت کا معاملہ حل ہو گیا تو حضرت صاحب نے 27/اکتوبر 1946ء کو قادیان سے قائداعظم کو مبارکباد کا خط بھیجا جس میں تحریر فرمایا

ترجمہ:قلم دانِ وزارت کی نئی تشکیل کا اعلان ہو چکا ہے۔اگر چہ ان کی تقسیم منصفانہ اور معقول نہیں ہے تاہم میں آپ کو آپ کی کامیاب مساعی پر دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں اللہ تعالیٰ آپ کی عظیم مساعی میں برکت ڈالے اور صحیح راستہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

(تاریخ احمدیت جلد 11 صفحہ 463)

iii۔فروری 1947ء تک صوبہ پنجاب کی پاکستان میں شمولیت مخدوش تھی کیونکہ وہاں یونینیسٹ حکومت قائم تھی جس سے مسلم لیگی اکابر کے مذاکرات ناکام ہو چکے تھے۔اس نازک وقت میں حضرت مصلح موعود کی راہنمائی میں چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کی کوشش سے ملک خضر حیات نے دو مارچ کو استعفیٰ دیا اور مسلم لیگ کا راستہ صاف ہوا۔ یہ خبر اس وقت کئی اخبارات میں شائع ہوئی۔ اس بارے میں قائداعظم کے نام حضرت صاحب کے ایک خط تحریر فرمودہ 2 مارچ 1947ء کا کچھ حصہ درج ذیل ہے۔

ترجمہ: جیسا کہ میں نے دہلی میں آپ سے ملاقات کے دوران ذکر کیا تھا کہ مناسب وقت پر سر خضر حیات کو مسلم لیگ میں شمولیت پر آمادہ کیا جا سکتا ہے ...سر محمد ظفر اللہ خاں نے گزشتہ روز اس معاملہ پر مجھ سے گفتگو کی اور پھر اس کی روشنی میں رات ملک صاحب اور قزلباش سے تفصیلی گفتگو کی۔ وہ مستعفی ہونے پر رضامند ہو گئے ہیں......اب مخالفین سے مسلمانوں کے حقوق حاصل کرنے کے لئے آپ کے ہاتھ ایک مضبوط ذریعہ آ گیا ہے۔ اب صرف صوبہ سرحد باقی رہتا ہے میں اس کی صورتحال کا جائزہ لینے کی کوشش کروں گا اور امید کرتا ہوں کہ اس معاملہ میں بھی بعض ذرائع سے آپ کو مدد مل سکتی ہے لیکن یہ بات خط میں ظاہر نہیں کر سکتا۔ بہتر ہو گا کہ ہم اپریل میں دہلی میں ملاقات کر لیں۔

(بحوالہ ماہنامہ خالد اگست 1997ء صفحہ 30)

iv۔ **پنجاب باؤنڈری کمیشن** کی کارروائی کے ایک اہم مرحلہ پر حضرت مصلح موعود نے اپنا ایک مکتوب مرقومہ 11/اگست 1947ء حضرت مولوی عبدالرحیم درد صاحب کے ہاتھ قائداعظم کو بھیجا جس میں منجملہ آپ نے تحریر فرمایا:

”بے شک آپ ستلج پر اصرار کریں لیکن یہ ساتھ ہی کہہ دیں کہ اگر ہمیں بیاس سے ورے دھکیلا گیا تو ہم نہ مانیں گے اور واقعی میں نہ مانیں تب کامیاب ہوں گے ورنہ وہ بیاس سے بھی ورے دھکیل دیں گے ہم تو چاہتے ہیں کہ سارا پنجاب ہی تقسیم نہ ہوتا ہم تقسیم کو تسلیم کر لیں تو محفوظ موقف ہمارا بیاس ہے ستلج نہیں“۔

(تاریخ احمدیت جلد 9 صفحہ 479)

حضرت مصلح موعود کی قائداعظم کی عملی مدد

تحریک پاکستان کے ہر اہم موڑ پر حضرت مصلح موعود نے اپنی خداداد فراست سے قائدِ اعظم کو عملی مدد بہم پہنچائی۔

جناح لیگ اور شفیع لیگ میں الحاق کی کامیاب جماعتی کوشش

سائمن کمیشن کے بائیکاٹ کے مسئلہ پر مسلم لیگ دو حصوں میں بٹ گئی تھی۔ حضرت مصلح موعود کی نگاہ میں جناب محمد علی جناح صاحب کی سیاسی خدمات کی

پبلشر و پرنٹر : طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ .... مطبع: ضیاء الاسلام پریس .... مقام اشاعت : دارالنصر غربی چناب نگر ربوہ .... قیمت 15 روپے

بہت قدر و منزلت تھی اس لئے آپ دل سے چاہتے تھے کہ سر شفیع اور جناح میں مفاہمت ہو جائے۔

چنانچہ آپ نے جناب محمد علی جناح اور شفیع لیگ کے سیکرٹری ڈاکٹر سر محمد اقبال دونوں کو خطوط لکھے جن کا ذکر ہر دو اصحاب نے بعض مجالس میں کیا اور مصالحت کی امید پیدا ہو گئی۔ مارچ 1929ء میں جناب محمد علی جناح اور سر محمد شفیع کی ملاقات ہوئی جس میں جماعت احمدیہ کے ناظر امور خارجہ حضرت مفتی محمد صادق صاحب بھی شریک ہوئے۔ دونوں لیڈر اتحاد پر آمادہ ہو گئے اور آخر مارچ میں مسلم لیگ کا اجلاس دہلی میں قرار پایا۔ اس اجلاس میں شرکت کی دعوت حضرت خلیفۃ المسیح کو بھی دی گئی۔ اس اجلاس کے بعد بھی حضرت مفتی صاحب نے اپنی کوششیں جاری رکھیں جو بالآخر رنگ لائیں اور فروری 1930ء میں دہلی میں دونوں مسلم لیگیں ایک ہو گئیں۔

(تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 129-130)

قائداعظم کی وطن واپسی کیلئے کامیاب جماعتی کوشش

قائداعظم نے پہلی گول میز کانفرنس کے بعد اصلاح احوال سے سخت مایوس ہو کر ہندوستان چھوڑ کر لندن میں مستقل قیام کر لیا اور وہیں پریکٹس شروع کر دی۔ حضرت مصلح موعود قائداعظم کی صلاحیتوں سے واقف تھے اور دلی طور پر چاہتے تھے کہ وہ واپس آکر مسلمانان ہند کی قیادت کریں۔

چنانچہ جب 12 مارچ 1933ء کو حضرت مولانا عبدالرحیم درد صاحب نے جماعت کے لندن مشن کا چارج سنبھالا تو آپ نے ان کے سپرد یہ کام کیا کہ وہ قائداعظم سے ملاقات کر کے انہیں ہندوستان واپس آنے کی ترغیب دیں۔

حضرت عبدالرحیم درد صاحب مارچ 1933ء میں لندن میں قائداعظم کے دفتر واقع King's Bench Walk میں ان سے ملے جس کا حال ان کے اپنے الفاظ میں یوں ہے:۔

''میں نے ان سے تفصیلی ملاقات کی اور انہیں ہندوستان واپس آکر سیاسی لحاظ سے مسلمانوں کی قیادت سنبھالنے پر آمادہ کیا۔ مسٹر جناح سے میری یہ ملاقات تین چار گھنٹے تک جاری رہی میں نے انہیں آمادہ کر لیا کہ اگر اس آڑے وقت میں جب کہ مسلمانوں کی رہنمائی کرنے والا اور کوئی نہیں ہے انہوں نے ان کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو پار لگانے کی کوشش نہ کی تو اس قسم کی علیحدگی قوم کے ساتھ بے وفائی کے مترادف ہوگی چنانچہ اس تفصیلی گفتگو کے بعد آپ (بیت) احمدیہ لندن تشریف لائے اور وہاں باقاعدہ ایک تقریر کی''۔

(الفضل یکم جنوری 1955ء)

اس تقریر کے بعد نواب زادہ لیاقت علی خاں اور ان کی بیگم بھی جولائی 1933ء میں لندن میں قائداعظم سے ملے اور ان سے ہندوستان واپس آنے کی درخواست کی۔ چند ماہ بعد قائداعظم واپس آ گئے۔ بزرگ صحافی اور تحریک پاکستان کے ممتاز لیڈر جناب میاں محمد شفیع (میم شین) نے اس بارے میں لکھا (ترجمہ انگریزی)

''انہوں نے ہندوستانی سیاست سے ریٹائر ہونے کا فیصلہ کر لیا اور علامتی طور پر قریباً ہمیشہ کے لئے لندن میں بود و باش اختیار کر لی۔ یہ جناب لیاقت علی خاں اور لندن (بیت) کے امام مولانا عبدالرحیم درد تھے جنہوں نے جناح صاحب کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ اپنا ارادہ بدلیں اور وطن واپس آکر قومی سیاست میں اپنا کردار ادا کریں۔ جناح صاحب 1934ء میں ہندوستان واپس آ گئے''۔

(اخبار پاکستان ٹائمز لاہور قائداعظم ایڈیشن 11 ستمبر 1981ء)

نامور محقق جناب زاہد حسین انجم صاحب نے 1991ء میں انسائیکلو پیڈیا قائداعظم شائع کیا تو اس میں زیر عنوان درد۔ عبدالرحیم احمدیہ (بیت) لندن کے امام۔ قائداعظم سے اس ملاقات اور اس کے نتیجہ میں ان کے بیت الفضل لندن میں تقریر کا ذکر کیا ہے۔

(صفحہ 309 مطبوعہ مقبول اکیڈمی لاہور بحوالہ ماہنامہ خالد ربوہ اگست 1997ء صفحہ 21)

☆ 1945ء کے انتخابات میں آپ نے جماعت کو مسلم لیگ کی حمایت کی تلقین فرمائی۔ اس کی کچھ اور تفصیل آگے آئے گی۔

ان کے علاوہ درج ذیل معاملات میں مدد کا ذکر آپ کی قائداعظم سے خط و کتابت کے ذیل میں ہو چکا ہے:

☆ 1946ء میں ہندوستان کی عبوری حکومت میں مسلم لیگ کی شمولیت

☆ فروری 1947ء میں پنجاب کی یونینسٹ حکومت کا استعفیٰ۔ پنجاب باؤنڈری کمیشن

قائداعظم کی جماعت کی بیت الفضل لندن میں تقریر

مولانا عبدالرحیم درد صاحب کی قائداعظم سے ملاقات کے نتیجہ میں انہوں نے سیاست میں دوبارہ حصہ لینے کا جو فیصلہ کیا تھا اس کا پہلا اظہار اس تقریب میں شرکت تھی جو عیدالاضحی کے موقع پر 6 اپریل 1933ء کو بیت فضل لندن میں منعقد ہوئی۔ یہ ایک بڑی تقریب تھی اور اس میں دو سو کے قریب شخصیات مدعو تھیں جن میں مسٹر پیتھک لارنس، سر ایڈورڈ میکلیگن، پروفیسر ایچ اے آر گب اور سر ڈینی سن راس شامل تھے جبکہ صدارت Sir Stewart Sandaman نے کی۔

انسائیکلو پیڈیا قائداعظم کے مصنف نے اس تقریب کے ذکر میں لکھا:

قائداعظم نے اپنی تقریر کا آغاز ان الفاظ سے کیا:

"The eloquent persuation of the Imam left me no escape"

ترجمہ: امام صاحب کی فصیح و بلیغ ترغیب نے میرے لئے بچنے کی کوئی راہ نہیں چھوڑی۔

(انسائیکلو پیڈیا قائداعظم از زاہد حسین انجم صفحہ 780، مقبول اکیڈمی، انارکلی، لاہور، 1997ء)

قائداعظم کی یہ تقریر جس کا موضوع Future of the India تھا برطانوی اور ہندوستانی پریس کی خاص توجہ کا مرکز بنی اور چوٹی کے اخبارات میں اس کی اشاعت ہوئی۔ سنڈے ٹائمز لندن نے لکھا:۔

ترجمہ: میلر وز روڈ ویمبلڈن پر واقع (بیت) کے احاطہ میں ایک بڑے مجمع سے مشہور ہندوستانی مسلمان مسٹر جناح نے ہندوستان کے مستقبل کے موضوع پر خطاب کیا۔

(Sunday Times, London 9th April 1933ء بحوالہ ہماری ہجرت اور قیام پاکستان از سید زین العابدین ولی اللہ شاہ دار التجلید لاہور)

اس کے علاوہ درج ذیل اخبارات نے اس تقریب کی خبریں شائع کیں

The Evening Standard, London 7/4/33, Hindu, Madras 7/4/33, The Madras Mail, Madras 7/4/33, Pioneer, Alahabad, The Statesman, Calcutta 8/4/33, The Civil & Military Gazette, Lahore 8/4/33, Egyptian Gazette, Alexenderia, West Africa, London اور رسالہ The Near East and India 15/4/33.

قائداعظم کی احمدیوں کے مسلم لیگ کا ممبر بن سکنے کی حمایت

بعض مولویوں نے 1944ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس میں کوشش کی تھی کہ یہ قانون بن جائے کہ کوئی احمدی مسلم لیگ کا ممبر نہیں بن سکتا۔ کافی حمایت بھی حاصل کر لی گئی تھی لیکن خود قائداعظم نے مداخلت کر کے یہ قرارداد واپس لینے پر آمادہ کر لیا۔

(نوائے وقت 10/اکتوبر 1953ء صفحہ 134)

قائداعظم کی اصولی بنیاد پر احمدیوں کی اس حمایت کا ذکر اور اس پر ناراضگی کا اظہار کئی جگہ ملتا ہے۔ مثلاً

i- ''آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ لاہور 1944ء میں مولوی عبدالحامد بدایونی نے ایک قرارداد پیش کرنا چاہی جس کا مقصد یہ تھا کہ قادیانیوں کو مسلم لیگ کی رکنیت سے خارج کر دیا جائے یہ لوگ باتفاق علماء دائرہ اسلام سے خارج ہیں لیکن مسٹر جناح نے اپنے آمرانہ اقتدار سے اس قرارداد کو پیش نہیں ہونے دیا''۔

(مسلم لیگ کے شاندار اسلامی کارنامے صفحہ 4 مرتبہ جمعیۃ علماء صوبہ دہلی)

ii- ''مرزا محمود احمد اور اس کی پراپیگنڈہ ایجنسی نے مسٹر جناح سے خط و کتابت کی آخر مسٹر جناح نے مرزائیوں کو مسلم لیگ میں شامل کر لیا۔ 1944ء کے ایک اجلاس میں اس کے خلاف ایک قرارداد پیش ہوئی تو مسٹر جناح نے اس پر بحث کی اجازت نہ دی''۔

(احرار کا کتابچہ 'مسلم لیگ اور مرزائیوں کی آنکھ مچولی' صفحہ 18-19/اکتوبر 1946ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 9 صفحہ 366)

iii- ''قادیانیوں کے اخراج کے متعلق جو تجویز پیش ہونے والی تھی اسے بھی مسٹر جناح نے پیش ہونے سے روک دیا''۔

(اخبار مدینہ بجنور 5/اگست 1944ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 9 صفحہ 588)

قائداعظم کا حضرت مصلح موعود کے خط کو پریس میں جاری کرنا

انگریز حکومت نے 19 ستمبر 1945ء کو انتخابات کروانے کا اعلان کیا اس حوالے سے قائداعظم نے مسلمانان ہند کے نام یہ پیغام دیا کہ

'موجودہ حالات میں انتخابات کو خاص اہمیت حاصل ہے انتخابات ہمارے لئے ایک آزمائش کی صورت رکھتے ہیں'۔

(اخبار انقلاب لاہور 18/اکتوبر 1945ء بحوالہ تاریخ احمدیت صفحہ 345)

حضرت مصلح موعود نے جماعت کو ان انتخابات میں مسلم لیگ کی حمایت کی ہدایت کی۔ اس حمایت کی اہمیت کے پیش نظر قائداعظم نے اس خط و کتابت کو از خود پریس کو جاری کر دیا جو ناظر صاحب امور خارجہ قادیان نے ان کے ملاحظہ کے لئے بھجوائی تھے اور جس میں حضرت امام جماعت احمدیہ کی ایک احمدی کو یہ ہدایت درج تھی کہ

''آپ کو موجودہ انتخابات میں مسلم لیگ کی حمایت کرنی چاہئے اور ان سے تعاون کے تمام ممکنہ ذریعوں کو بروئے کار لانا چاہئے''۔

یہ خط و کتابت انگریزی اخبار ڈان دہلی میں 8/اکتوبر 1945ء کو دوہرے عنوان کے تحت یوں شائع ہوئی۔

ترجمہ: جماعت احمدیہ مسلم لیگ کی حمایت کرے گی۔ امام جماعت احمدیہ قادیان کی ہدایت

کوئٹہ 7/اکتوبر جناب محمد علی جناح نے درج ذیل خط و کتابت پریس کو بھجوائی ہے

(تاریخ احمدیت جلد نمبر 9 صفحہ 356)

حضرت امام جماعت احمدیہ نے ایک مضمون کے ذریعہ بھی احمدیوں کو مسلم لیگ کی تائید کی ان الفاظ میں تلقین فرمائی۔

''آئندہ الیکشنوں میں ہر احمدی کو مسلم لیگ کی تائید کرنی چاہئے تا انتخابات کے بعد مسلم لیگ بلاخوف تردید کانگریس سے یہ کہہ سکے کہ وہ مسلمانوں کی نمائندہ ہے''۔

(الفضل قادیان 22/اکتوبر 1945ء)

قائداعظم کا حضرت مصلح موعودکودعا اور مدد کا پیغام اور آپ کا مثبت ردِعمل

قدیم مسلم لیگی اور قائداعظم کے ساتھی سردار شوکت حیات کی کتاب The Nation that lost its Soul 1995ء میں شائع ہوئی اور پہلی بار یہ بات ظاہر ہوئی کہ ان انتخابات میں قائداعظم نے حضرت امام جماعت احمدیہ کو دعا کی درخواست اور امداد کے لئے پیغام بھجوایا تھا۔سردار صاحب کے الفاظ درج ذیل ہیں:

ترجمہ: ایک دفعہ مجھے قائداعظم کی طرف سے ایک پیغام موصول ہوا جس میں کہا گیا تھا کہ شوکت مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم بٹالہ جا رہے ہو اور میرا خیال ہے کہ قادیان بٹالہ سے پانچ میل دور ہے۔مہربانی کر کے تم وہاں جاؤ اور حضرت صاحب سے مل کر میری طرف سے انہیں پاکستان کے لئے دعا اور مدد کی درخواست کرو۔

جلسہ کے بعد بھی آدھی رات بارہ بجے کے قریب میں قادیان پہنچا۔اس وقت حضرت صاحب سو چکے تھے۔میں نے انہیں پیغام بھجوایا کہ میں ان کے لئے قائداعظم کی درخواست لے کر آیا ہوں۔ فوراً اٹھ آئے اور مجھ سے پوچھا کہ احکام کیا ہیں! میں نے انہیں قائداعظم کا پیغام پہنچایا کہ پاکستان کے لئے دعا اور مدد کریں۔اس پر انہوں نے کہا کہ قائداعظم کو بتادیں کہ ہم پاکستان کے لئے ابتداء سے ہی دعا کر رہے ہیں، اور جہاں تک ان کے پیروکاروں کی مدد کا تعلق ہے تو کوئی احمدی کسی مسلم لیگی امیدوار کا مقابلہ نہیں کرے گا اور اگر کہیں ایسا ہوا تو جماعت اس کی حمایت نہیں کرے گی۔

(The Nation that lost its Soul by Sardar Shoukat Hayat P147 Jang Publishers, Lahore Dec 1995)

قائداعظم کا جماعتی خدمات پر اظہار تشکر

i۔1946ء کے آخر میں بہار میں فسادات میں مسلمانوں کو نشانہ بنایا گیا اور بڑے پیمانے پر جانی و مالی نقصان ہوا۔حضرت مصلح موعود نے مظلوم مسلمانانِ بہار کے ریلیف فنڈ کے لئے قائداعظم کی خدمت میں پندرہ ہزار روپے کی پہلی قسط بھجوائی۔ قائداعظم نے جواباً لکھا:

’’نیو دہلی 23 نومبر بنام ناظر صاحب امور عامہ جماعت احمدیہ قادیان...آپ کا خط اور چیک مل گیا ہے آپ کی امداد کے لئے بہت بہت شکریہ ادا کرتا ہوں.....

(الفضل 28؍نومبر 1946ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 9 از مولانا دوست محمد شاہد صاحب صفحہ 771)

ii۔اوائل 1947ء میں سر خضر حیات کے استعفیٰ کا معاملہ بہت اہم تھا اور یہ صرف حضرت مصلح موعود کی راہنمائی میں چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب کی کوشش سے حل ہوا۔قائداعظم اس کے معترف تھے۔ چنانچہ واقعہ کے کچھ عرصہ بعد جماعت کے ناظر امور خارجہ حضرت مولانا عبدالرحیم درد صاحب قائداعظم سے ملے تو انہوں نے جماعت احمدیہ کی اس کوشش کا بہت شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ آپ نے نہایت آڑے وقت ہماری مدد کی نیز کہا I can never forget it میں اسے کبھی نہیں بھول سکتا۔

(قیام پاکستان اور جماعت احمدیہ از مولانا جلال الدین شمس صفحہ 50 تقریر 28 دسمبر 1949ء)

قائداعظم کا ایک احمدی کی تعریف اور اعلیٰ ذمہ داریاں تفویض کرنا

چودھری محمد ظفر اللہ خاں اپنی خداداد صلاحیتوں کے باعث برصغیر کی سیاست میں ایک نمایاں مقام رکھتے تھے۔قائدِاعظم کی مردم شناس نگاہ سے یہ امر پوشیدہ نہ تھا۔اسی لئے آپ ان کے مداح رہے اور موقع ملنے پر اہم ذمہ داریاں ان کے سپرد کیں۔ جیسا کہ درج ذیل واقعات سے ظاہر ہے۔

1939ء میں ہندوستان کی مرکزی اسمبلی میں تقریر کرتے ہوئے قائداعظم نے فرمایا:

’’میں اپنی اور اپنی پارٹی کی طرف سے آنریبل سر محمد ظفر اللہ خاں کو ہدیہ تبرک پیش کرنا چاہتا ہوں وہ ......ہیں اور یوں کہنا چاہئے کہ گویا اپنے بیٹے کی تعریف کر رہا ہوں‘‘۔

(ہماری قومی جدوجہد از ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی صفحہ 218 مطبوعہ سنگِ میل پبلیکیشنز، لاہور، 1995ء)

جولائی 1947ء سے ستمبر 1948ء تک کے پندرہ مہینوں میں قائداعظم نے چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب کو یکے بعد دیگرے چار اعلیٰ ترین ذمہ داریاں تفویض فرمائیں اور ان میں مکرم چودھری صاحب کی اعلیٰ کارکردگی کی کھلے دل سے تعریف کی۔

پنجاب باؤنڈری کمیشن میں مسلم لیگ کی نمائندگی

جولائی 1947ء میں پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے سے بھی پہلے پنجاب باؤنڈری کمیشن میں مسلم لیگ کا کیس لڑنے کے لئے قائداعظم کی نگہ انتخاب ظفر اللہ خاں صاحب پر پڑی۔اس تقرری کے بارے میں مشہور صحافی م ش صاحب نے لکھا:

’’قائداعظم نے چوہدری سر ظفر اللہ خاں کو مسلم لیگ کا کیس پیش کرنے کے لئے نامزد کیا تا کہ وہ پارٹیشن کمیٹی (باؤنڈری کمیشن) کے سامنے پیش ہوں ....قائداعظم معمولی انسان نہیں تھے وہ تاثرات کی بناء پر لوگوں کے متعلق رائے قائم کرنے کے عادی نہ تھے بلکہ وہ تجربہ کی کسوٹی پر لوگوں کو پرکھا کرتے تھے انہوں نے بہت سوچ بچار کے بعد ظفر اللہ خاں کو مسلم لیگ کی نمائندگی کے لئے نامزد کیا تھا‘‘۔ (نوائے وقت لاہور میگزین 6 مارچ 1992ء)

کمیشن میں آپ کی کارکردگی پر قائداعظم کے خراجِ تحسین کا حال معروف صحافی منیر احمد منیر صاحب نے یوں بیان کیا:

’’قائداعظم نے چوہدری ظفر اللہ خاں کو پنجاب باؤنڈری کمیشن کے سامنے مسلم لیگ کا کیس پیش کرنے کے لئے مقرر کیا تھا اور جب چوہدری ظفر اللہ خاں یہ کیس پیش کر چکے تو قائداعظم نے انہیں شام کے کھانے کی دعوت دی اور انہیں معانقہ کا شرف بخشا جو قائداعظم کی طرف سے کرہ ارض پر بہت کم لوگوں کو نصیب ہوا۔معانقہ کرنے کے بعد قائداعظم نے چوہدری ظفر اللہ خاں سے کہا میں تم سے بہت خوش ہوں اور تمہارا ممنون ہوں کہ جو کام تمہارے سپرد کیا گیا تھا تم نے اسے اعلیٰ قابلیت اور نہایت احسن طریق سے سرانجام دیا‘‘۔

(روزنامہ خبریں لاہور مورخہ 7 جون 2003ء)

اقوام متحدہ میں پاکستان کے پہلے وفد کی سربراہی

پاکستان بنتے ہی اقوام متحدہ میں نمائندگی دلوانے اور دیگر زیر بحث معاملات میں پاکستان کی آواز بلند کرنے کے لئے پہلے پاکستانی وفد کی سربراہی کے لئے قائداعظم نے ظفر اللہ خاں صاحب کو مقرر فرمایا۔آپ کی اعلیٰ کارکردگی کے بارے میں امریکہ میں اس وقت کے پاکستانی سفیر حسن اصفہانی صاحب نے قائداعظم کے نام اپنے خط مورخہ 4؍اکتوبر 1947ء میں لکھا (ترجمہ)

’’اقوام متحدہ میں پاکستانی وفد نے توقع سے بڑھ کر کارکردگی دکھائی ہے فلسطین کے مسئلہ پر ظفر اللہ خاں نے جو تقریر کی وہ اقوام متحدہ میں اس مسئلہ پر ہونے والی بہترین تقریروں میں سے ایک ہے.....یہ کسی قسم کی تعلّی نہیں ہے کہ ہم نے واقعی عمدہ تاثر پیدا کیا ہے پاکستان نے اپنا آپ منوالیا ہے‘‘۔

(Quaid-I-Azam Mohammad ALi Jinnah Papers 1st Oct - 31 Dec 1947 Editor In-chief Z. H. Zaidi P 101)

اس بارے میں قائداعظم نے حسن اصفہانی صاحب کے نام اپنے خط مورخہ 11 ستمبر 1947ء میں لکھا:۔

’’ظفر اللہ (نیو یارک سے) واپس پہنچ گئے ہیں اور میری ان سے طویل گفتگو ہوئی ہے۔واقعی انہوں نے اپنا کام عمدگی سے انجام دیا ہے‘‘۔

(Quaid -i-Azam Mohammad Ali JInnah Paper

(1 Oct - 31 Dec 1947, Editor In-chief Z. H. Zaidi P 403)

وزیر خارجہ پاکستان کی حیثیت سے تقرری

ابھی اقوام متحدہ کا اجلاس جاری تھا کہ قائداعظم نے ظفر اللہ خاں صاحب کو واپس بلوا بھیجا اور 22؍اکتوبر 1947ء کو حسن اصفہانی صاحب کو لکھا:

’’جہاں تک ظفر اللہ خاں کا تعلق ہے تو ہم نہیں چاہتے کہ جب تک وہاں (اقوام متحدہ) پر ان کا قیام ضروری ہے وہ اپنا کام ادھورا چھوڑ کر آجائیں ...لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہمارے ہاں قابل لوگوں خاص طور پر ان جیسی اعلیٰ صلاحیت کے اشخاص کی بہت کمی ہے اس لئے جب بھی ہمیں مختلف مسائل سے واسطہ پڑتا ہے تو ان کے حل کے لئے لامحالہ ہماری نظریں ان کی طرف اٹھتی ہیں‘‘۔

(Quaid-I-Azma Mohammad Ali Jinnah Paper Vol vi First Edition 2001 Published by Culture Division, Govt of Pakistan, Islamabad Page 165

اقوام متحدہ سے وفد کی واپسی پر آپ کو حضرت قائداعظم محمد علی جناح نے پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ مقرر کیا آپ اس عہدے پر سات سال تک فائز رہے۔ (نوائے وقت لاہور 3 ستمبر 1985ء)

یہ تقرری قائداعظم کے یوم پیدائش یعنی 1947ء کے 25 دسمبر کو ہوئی۔قائداعظم کے چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب پر اس اعتماد اور بھروسہ کے مجموعی ذکر پر مشتمل دو تحریریں درج ذیل ہیں۔

’’جب قائداعظم نے یہ چاہا کہ آپ باؤنڈری کمیشن کے سامنے مسلمانوں کے وکیل کی حیثیت سے پیش ہوں تو ظفر اللہ خاں نے فوراً یہ خدمات انجام دینے کی حامی بھر لی....اور اسے ایسی قابلیت سے سر انجام دیا کہ قائداعظم نے خوش ہو کر آپ کو یو۔این۔او میں پاکستانی وفد کا قائد مقرر کر دیا جس طرح آپ نے ملت کی وکالت کا حق ادا کیا تھا اس سے آپ کا نام پاکستان کے قابل احترام خادموں میں شامل ہو چکا تھا آپ نے ملک و ملت کی شاندار خدمات سرانجام دیں تو قائداعظم انہیں حکومت پاکستان کے اس عہدے پر فائز کرنے کے پر تیار ہو گئے جو باعتبار منصب وزیراعظم کے بعد سب سے اہم اور وقیع عہدہ شمار ہوتا ہے۔قائداعظم نے چوہدری صاحب کو بلا تامل پاکستان کا وزیر خارجہ بنا دیا‘‘۔

(نوائے وقت لاہور 24؍اگست 1948ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 9 صفحہ 576)

’’ان کی تعریفیں تو وہ ہستی کرتی رہی جسے دنیا بانی پاکستان بابائے قوم حضرت قائداعظم محمد علی جناح کے مبارک القاب اور نام سے جانتی ہے سچائی جن کی پہچان تھی جنہوں نے کسی کا دل رکھنے کے لئے مصلحتاً بھی جھوٹ نہ بولا .....قائداعظم نے چوہدری ظفر اللہ خاں کو پنجاب باؤنڈری کمیشن کے سامنے مسلم لیگ کا کیس پیش کرنے کے لئے مقرر کیا تھا.....قیام پاکستان کے بعد .... قائداعظم نے چوہدری ظفر اللہ خاں کو پاکستان کی نمائندگی کیلئے یو۔این۔او میں بھیجا تھا جب قائداعظم نے امریکہ میں پاکستانی سفیر حسن اصفہانی کو لکھا کہ ظفر اللہ کو

واپس بھیج دیں تو اصفہانی صاحب نے پس وپیش کی اس پر 22/اکتوبر 1947ء کو اصفہانی کے نام اپنے خط میں یہ جملہ قائداعظم نے ہی ظفراللہ خاں کے لئے لکھا تھا... یہاں ہمارے پاس اہل خاص طور پر ان جیسے مقام (Calibure) کے حامل افراد کی کمی ہے....یہی وجہ ہے کہ مختلف مسائل کے حل کے لئے ہماری نگاہیں بار باران کی طرف اٹھتی ہیں...ظفراللہ خاں کو پاکستان کا وزیر خارجہ بھی قائداعظم نے ہی مقرر کیا تھا۔ قیام پاکستان سے کوئی 12 برس قبل سنٹرل لیجسلیٹو اسمبلی کے بھرے اجلاس میں یہ جملہ بھی قائداعظم نے ہی ادا کیا تھا 'ظفراللہ خاں میرا سیاسی بیٹا ہے''۔

(کالم مطبوعہ روزنامہ خبریں مورخہ 7 جون 2003ء)

قائداعظم کے آخری دستخط

ازفرخ امین (قائداعظم کے سیکرٹری)

''بیماری کے پورے زمانے میں قائداعظم نے اس وقت تک سرکاری کاموں کا سلسلہ جاری رکھا جب تک ان میں ذرا بھی سکت باقی تھی....مجھے وہ دن ہمیشہ یادرہے گا جب انہوں نے یو۔این۔او میں پاکستان کی نمائندگی کرنے کے لئے سرمحمد ظفراللہ خاں کو پورے اختیارات دینے کے لئے آخری سرکاری دستخط کئے''۔

(زندہ قائداعظم از منظور حسین عباسی صفحہ 34 مطبوعہ مکتبہ شاہکار لاہور بحوالہ تعمیر وترقی پاکستان میں جماعت احمدیہ کا مثالی کردار از پروفیسر محمد نصراللہ راجا 251-252)

یہ یواین میں پاکستان کا دوسرا وفد تھا۔

قائداعظم کی وفات پر جماعتی ردّعمل

(i) قائداعظم کی وفات ایک سانحہ تھا۔جس پر حضرت مصلح موعود اور جماعت کے دیگر اکابرین نے اپنے دلی غم کا اظہار کیا۔

(ii) اس حادثہ پر اصل جماعتی اظہار وہ تعزیتی پیغام تھا جو حضرت مصلح موعود نے جناب لیاقت علی خاں وزیراعظم پاکستان کے نام بذریعہ تار ارسال فرمایا اور جس کا درج ذیل متن اگلے دن کے اخبار الفضل میں صفحہ اول پر جلی حروف میں شائع ہوا۔

میں پاکستان کے تمام احمدیوں کی طرف سے قائداعظم محمد علی جناح کی وفات پر انتہائی رنج وغم کا اظہار کرتا ہوں۔ یہ نقصان اکیلے پاکستان کا ہی نہیں بلکہ تمام دنیائے اسلام کا مشترکہ نقصان ہے کیونکہ اس انتہائی نازک دور میں قدرتی طور پر تمام عالم اسلام کی نگاہیں امداد کے لئے پاکستان اور قائداعظم کی عظیم شخصیت کی طرف اٹھ رہی تھیں۔ خدا تعالیٰ قائداعظم کے کام میں برکت ڈالے اور پاکستان اور تمام باشندگان پاکستان پر اپنا فضل نازل فرمائے۔ بڑے لوگ اپنے کارناموں کی وجہ سے ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ ہر سچا پاکستانی اپنی رہنمائی کے لئے آپ کے اصولوں کو پیش نظر رکھے گا۔اور ذاتی خواہشات اور ذاتی مفاد سے بالا ہو کر اپنی زندگی کو از سر نو اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کے لئے وقف کر دے گا۔میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ پاکستان کے احمدی پاکستان کو مضبوط اور طاقتور بنانے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔ اور اپنی طرف سے اس کی خدمت کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کریں گے۔ خدا تعالیٰ ہمارا حامی وناصر ہو۔مرزا بشیرالدین محمود احمد امام جماعت احمدیہ رتن باغ لاہور

(روزنامہ الفضل لاہور مورخہ 12 ستمبر 1948ء)

iii۔حضرت مصلح موعود کے بھائی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کا تحریر فرمودہ ایک مضمون بعنوان 'قائداعظم محمد علی جناح' تیسرے دن روزنامہ الفضل میں شائع ہوا جس کے چند جملے درج ذیل ہیں۔

گو قائداعظم کا جسد خاکی سپرد خاک ہو کر اپنے دنیوی دور زندگی کو ہمیشہ کے لئے ختم ہو چکا ہے مگر ان کی روح اپنے اچھے اور شاندار اعمال کے ساتھ زندہ ہے اور زندہ رہے گی.....قائداعظم میں بہت سی خوبیاں تھیں مگر ان کا جو کام سب سے زیادہ نمایاں ہو کر نظر آتا ہے وہ یقیناً یہی ہے کہ ان کے ذریعہ مسلمانان ہندوستان سیاسی اتحاد کی لڑی میں پروئے گئے جو اس سے پہلے بالکل مفقود تھا......

مسلمانوں کے سیاسی اتحاد اور پاکستان کے وجود کے بعد قائداعظم محمد علی جناح کا سب سے بڑا کام اور سب سے بڑا وصف ان کا عزم واستقلال تھا....(وہ) ہمیشہ ایک مضبوط چٹان کی طرح اپنی جگہ پر قائم رہے اور مسلمانوں کی کشتی کو نہایت عزم اور استقلال کے ساتھ چلاتے اور اردگرد کی چٹانوں سے بچاتے ہوئے منزل مقصود پر لے آئے....

قائداعظم محمد علی جناح کا تیسرا نمایاں وصف ہر قسم کی پارٹی بندی سے بالا ہو کر غیر جانبدارانہ انصاف پر قائم رہنا تھا......ان کے لئے صرف یہی ایک معیار قابل لحاظ تھا کہ ایک شخص کام کا اہل ہو اور یہ وہی زریں معیار ہے جس کی طرف قرآن شریف نے...توجہ دلائی ہے.....قائداعظم محمد علی جناح کی یہی بہترین یادگار ہو سکتی ہے کہ ان کے نیک اوصاف کو زندہ رکھا جائے۔

(اخبار الفضل لاہور 14 ستمبر 1948ء)

iv۔دسویں دن حضرت مصلح موعود کا تحریر فرمودہ ایک مضمون بعنوان '(مسلمانان) پاکستان کے تازہ مصائب' الفضل میں شائع ہوا جس سے چند روشن جملے بطور حرف آخر درج ذیل ہیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ مسٹر جناح کی وفات کے بعد اگر وہ (مسلمان) جو واقعہ میں ان سے محبت رکھتے تھے اور ان کے کام کی قدر پہچانتے تھے سچے دل سے یہ عہد کر لیں کہ جو منزل پاکستان کی انہوں نے تجویز کی تھی وہ اس سے بھی آگے اسے لے جانے کی کوشش کریں گے اور اس عہد کے ساتھ ساتھ وہ پوری تندہی سے اس کو نباہنے کی کوشش بھی کریں تو یقیناً پاکستان روز بروز ترقی کرتا چلا جائے گا اور دنیا کی مضبوط ترین طاقتوں میں سے ہو جائے گا۔

(اخبار الفضل لاہور 21 ستمبر 1948ء۔انوار العلوم جلد 20 صفحہ 55)

وطن کی محبت

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث فرماتے ہیں:۔

''ہمارے دلوں میں اپنے ملک کے لئے جو محبت ہے یہ وہی محبت ہے جس پر حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ نے یہ مہر لگائی ہے۔حب الوطن من الایمان یعنی وطن کی محبت ایمان کا ایک جزو ہے۔ یہ وہ صادق محبت ہے، یہ وہ گناہوں سے پاک محبت ہے، یہ وہ دکھ دینے کے خیالات سے مطہر محبت ہے، یہ وہ محبت ہے جو آنحضرت ﷺ کی سنت کی اقتداء اور آپ کے اس ارشاد کی تعمیل میں ہمارے دلوں میں پیدا کی گئی ہے اور یہی وہ محبت ہے جو ہم سے تقاضا کرتی ہے کہ اگر ہمیں جانیں بھی دینی پڑیں تو ہم دریغ نہیں کریں گے۔لیکن اپنے ملک کو نقصان نہیں پہنچنے دیں گے۔خواہ ہمیں ہر طرف سے برا بھلا ہی کیوں نہ کہا جائے''۔

(خطبات ناصر جلد سوم ص 552)

جماعت احمدیہ کی پاکستان کے لئے دعائیں

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع فرماتے ہیں:۔

''لوگ تو اس ملک کو نقصان پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن آپ ان کوششوں کی راہ میں روک بن جائیں اور حب الوطنی کے گیت گائیں اور ساری قوم کو سمجھائیں۔حب الوطنی کے جذبہ کو زخمی نہ ہونے دو۔اس لئے جماعت احمدیہ کو یہ جہاد بھی کرنا چاہئے کہ پاکستان میں حب الوطنی کے احساس کو نمایاں کیا جائے اور بیدار کیا جائے اور ہر قسم کے ایسے خیالات جو پاکستان کو کسی طرح نقصان پہنچا سکتے ہیں ان کے خلاف کوشش کرنا بھی جماعت احمدیہ کا کام ہے۔

میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ پاکستان کو ہمیشہ سلامت رکھے کیونکہ یہ ملک دین کے نام پر حاصل کیا گیا تھا اور اس لحاظ سے یہ واحد ملک ہے اس لئے اگر اس مقدس نام سے پیار اور محبت ہے تو پھر دنیا کے ہر احمدی کو چاہئے کہ پاکستان کو نقصان پہنچانے کی ہر کوشش کو ناکام بنادے''۔

(الفضل 13/اگست 1999ء)

جماعت احمدیہ کی پاکستان کے لئے قربانیاں

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

''جماعت احمدیہ نے پہلے دن سے ہی جب سے کہ پاکستان کا قیام عمل میں آیا ہے ہمیشہ پاکستان اور مسلمانوں کے حقوق کے لئے قربانیاں دی ہیں۔اس لئے یہ تو کبھی کوئی سوچ بھی نہیں سکتا کہ ایک احمدی کا کوئی مسلمان بھائی تکلیف میں ہو یا ملک پر کوئی مشکل ہو اور ایک احمدی پاکستانی شہری دور کھڑا صرف نظارہ کرے اور اس تکلیف کو دور کرنے کی کوشش نہ کرے۔پس جماعت احمدیہ نے اس ملک کے بنانے میں بھی حصہ لیا ہے اور انشاءاللہ اس کی تعمیر وترقی میں بھی ہمیشہ کی طرح حصہ لیتی رہے گی۔ کیونکہ آج ہمیں ''وطن کی محبت ایمان کا حصہ'' ہے کا سب سے زیادہ ادراک ہے۔آج احمدی ہے جو جانتا ہے کہ وطن کی محبت کیا ہوتی ہے''۔

(خطبات مسرور جلد سوم ص 612,611)

مکرم انتصار احمد نذر صاحب

احمدیوں کی پُرخلوص دعاؤں سے بھری حب الوطنی کی روشن مثالیں

ہے تم سے پیار ہمیں اعتبار کر دیکھو

پاکستان ہمارا پیارا وطن ہے۔ یہ وہ ملک ہے جو اس اصول پر جیتا گیا کہ مسلمانان ہند ایک الگ قوم ہیں اور انہیں اپنے عقائد پر آزادی کے ساتھ عمل کرنے کا موقع ملنا چاہئے۔ قائداعظم محمد علی جناح برصغیر پاک و ہند کے ایک عظیم سیاسی راہنما نہایت باکردار بااصول اور محنتی لیڈر تھے جن کی قیادت میں مسلم لیگ کو مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت تسلیم کر لیا گیا۔ سوائے ان چند بدقسمت لوگوں کے جنہوں نے قائداعظم کو کافراعظم اور پاکستان کو ناپاکستان کہا باقی سب مسلمانوں نے متحدہ طور پر مسلم لیگ کی تائید کی اور یوں اتحاد اور اتفاق کی برکت سے پاکستان معرض وجود میں آ گیا۔ اس ملک کا قیام مسلمانوں کی ترقی کے لئے ایک اہم سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

حضرت مصلح موعود نے فرمایا:

پاکستان کا مسلمانوں کو مل جانا اس لحاظ سے بڑی اہمیت رکھتا ہے کہ اب مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے سانس لینے کا موقع میسر آ گیا ہے اور وہ آزادی کے ساتھ ترقی کی دوڑ میں حصہ لے سکتے ہیں اب ان کے سامنے ترقی کے اتنے غیرمحدود ذرائع ہیں کہ اگر وہ ان کو اختیار کریں تو دنیا کی کوئی قوم ان کے مقابلہ میں ٹھہر نہیں سکتی اور پاکستان کا مستقبل نہایت ہی شاندار ہو سکتا ہے۔

(روزنامہ الفضل 23 مارچ 1956ء)

حب الوطنی وہ جذبہ ہے جس پر ملک کی عمارت کھڑی ہوتی ہے ملکوں کی طاقت کا انحصار سیمنٹ ریت اور بجری سے بنے ہوئے مکانات یا عمارتوں پر نہیں بلکہ ان پُرخلوص دلوں پر ہوتا ہے جو اپنا تن من دھن اس ملک کے لئے نثار کر دیتے ہیں۔ ملکوں کو استحکام اُن پُرخلوص اور مضطربانہ دعاؤں سے حاصل ہوتا ہے جو عرش الٰہی سے خدا کے فضل کو جذب کرتی ہیں۔ یہی وہ سبق ہے، یہی وہ نعرہ ہے اور یہی وہ لائحہ عمل ہے جو ہمیں دیا گیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث فرماتے ہیں:۔

''ہمارے دلوں میں اپنے ملک کے لئے جو محبت ہے یہ وہی محبت ہے جس پر حضرت خاتم الانبیاءؐ نے یہ مہر لگائی ہے ''حب الوطن من الایمان ''یعنی وطن کی محبت ایمان کا ایک جزو ہے۔ یہ وہ صادق محبت ہے۔ یہ وہ گناہوں سے پاک محبت ہے یہ وہ دکھ دینے کے خیالات سے مطہر محبت ہے جو ہم سے تقاضا کرتی ہے کہ اگر ہمیں جانیں بھی دینی پڑیں تو ہم دریغ نہیں کریں گے لیکن اپنے ملک کو نقصان نہیں پہنچنے دیں گے''۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع فرماتے ہیں:۔

جماعت احمدیہ کو یہ جہاد بھی کرنا چاہئے کہ پاکستان میں حب الوطنی کے احساس کو نمایاں کیا جائے اور بیدار کیا جائے اور ہر قسم کے ایسے خیالات جو پاکستان کو کسی طرح نقصان پہنچا سکتے ہیں ان کے خلاف کوشش کرنا بھی جماعت احمدیہ کا کام ہے۔

پاکستان کے قیام اور استحکام کی تاریخ میں جماعت احمدیہ ایک درخشندہ کردار رکھتی ہے۔

قائداعظم کی انگلستان سے واپسی کی کوشش ہو یا نہرو رپورٹ اور سائمن کمیشن پر تبصرہ۔ گول میز کانفرنس کے شرکاء تک مسلمانان ہند کا مؤقف زوردار طریق پر اٹھانے کی بات ہو یا 1946ء کا الیکشن ہو، حد بندی کمیشن میں حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب کی مسلم لیگ کی طرف سے وکالت ہو اور پھر پاکستان بننے کے بعد حضرت مصلح موعود کے بصیرت افروز اور معلومات افزا لیکچرز ہوں اور پھر سائنس، معیشت اور تعلیم کے میدان میں احمدی سپوتوں کی چمکار ہو۔ ہر مرحلے پر ہماری حب الوطنی بہت کھل کر اور نمایاں ہو کر دنیا کے سامنے آئی۔ ہماری دعاؤں نے ہر مرحلے پر اہل وطن کا ساتھ دیا ہر جنگ ہر آفت اور ہر ابتلاء میں ہم نے اپنا قدم آگے بڑھایا۔ مسلمانان عالم کی ہر دکھ اور تکلیف میں ہم نے دردمند دل کے ساتھ ان کی مدد کی ان کی راہنمائی کی اور ان کی تکلیفوں کو دور کرنے کی کوشش کی۔

ہماری خدمات اور قربانیوں کا دائرہ اگرچہ بہت وسیع ہے لیکن ہماری حب الوطنی اور پُرخلوص دعائیں ہماری خدمت کو دوسرے تمام لوگوں کی خدمتوں سے ممتاز کرتی ہیں کیونکہ صرف ہم ہیں جو دعا پر سچا یقین رکھتے ہیں اور جب اپنے حی و قیوم خدا کو پکارتے ہیں تو خدا ہماری مدد کرتا ہے۔ قیام پاکستان سے پہلے بھی اور بعد میں بھی ہماری دعاؤں نے ہمیشہ اپنے وطن کو سہارا دیا۔ قیام پاکستان سے پہلے بھی حضرت قائداعظم محمد علی جناح کو بھی احساس تھا اس لئے انہوں نے اپنے ایک نمائندہ کو دعا کے لئے حضرت مصلح موعود کے پاس بھیجا۔

ہم تو شروع سے دعا کر رہے ہیں

مسلم لیگ کے ایک سرکردہ لیڈر سردار شوکت حیات صاحب نے اس واقعہ کا ذکر اپنی کتاب ''گم گشتہ قوم صفحہ 195 ''میں کیا ہے کہ یہ 1946ء کے الیکشن کے دنوں کی بات ہے کہ ایک روز ایک انتخابی جلسے کے بعد مجھے قائداعظم کا یہ پیغام ملا کہ شوکت مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم بٹالہ جا رہے ہو جو قادیان سے پانچ میل کے فاصلے پر ہے تم وہاں جاؤ اور حضرت صاحب کو میری درخواست پہنچاؤ کہ وہ پاکستان کے حصول کے لئے اپنی نیک دعاؤں اور حمایت سے نوازیں۔

میں اس روز نصف شب کے قریب تقریباً بارہ بجے قادیان پہنچا تو حضرت صاحب آرام فرما رہے تھے میں نے ان تک پیغام پہنچایا کہ میں قائداعظم کا پیغام لے کر حاضر ہوا ہوں وہ اسی وقت نیچے تشریف لائے اور استفسار کیا کہ قائداعظم کے کیا احکامات ہیں میں نے کہا کہ وہ آپ کی دعا اور معاونت کے طلبگار ہیں انہوں نے جواباً کہا کہ وہ شروع ہی سے ان کے مشن کے لئے دعاگو ہیں اور جہاں تک ان کے پیروکار کا تعلق ہے کوئی احمدی مسلم لیگ کے خلاف انتخاب میں کھڑا نہ ہوگا اگر کوئی اس سے غداری کرے گا تو وہ ان کی جماعت کی حمایت سے محروم رہے گا۔

(روزنامہ الفضل 13/اگست 2003ء)

غیبی تائیدات کے کرشمے

حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب پاکستان کے ایک مایہ ناز سپوت تھے۔ حضرت مسیح موعود کے رفیق اور نیکی اور تقویٰ سے سرشار بزرگ تھے آپ کو قائداعظم کی طرف سے باؤنڈری کمیشن میں مسلم لیگ کی وکالت کی ذمہ داری سپرد کی گئی۔ اس کام کے لئے آپ کس قدر مضطرب تھے اور دعائیں کرتے تھے۔ اس کا اندازہ اس واقعے سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس کیس کی تیاری کے سلسلے میں بعض دوسری مصروفیات کی وجہ سے جو یکسوئی اور توجہ چاہئے تھے وہ انہیں میسر نہیں آ سکی اور اس سلسلے میں درکار ضروری کاغذات بھی مہیا نہیں تھے۔ اسی پریشانی کے دوران آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ نماز سے فارغ ہوئے تو کمشنر راولپنڈی خواجہ عبدالرحیم صاحب تشریف لائے انہوں نے کچھ ضروری کاغذات حضرت چوہدری صاحب کو دیتے ہوئے کہا:

میں نے اپنے طور پر سرکاری ریکارڈ سے پنجاب کے دیہات، تھانہ جات، تحصیلات اور اضلاع کی فرقہ وارانہ آبادی کے اعداد و شمار جمع کروائے ہیں یہ سارے صوبے کی آبادی کے نقشہ جات ہیں ممکن ہے کہ آپ کو کیس کی تیاری کے سلسلے میں ان سے کچھ مدد مل سکے۔ حضرت چوہدری صاحب کا اس واقعے کو بیان کر کے لکھتے ہیں کہ میں نے خواجہ صاحب کا تہہ دل سے شکریہ ادا کیا اور میرا دل اللہ تعالیٰ کے شکر سے لبریز ہو گیا میں نے محسوس کیا کہ اس قادر و رحیم نے میری مضطربانہ دعا کے جواب میں اس قدر جلد میری بے کسی پر رحم کی نظر ڈالی اور اپنی طرف سے ضروری معلومات کا ایک بے بہا خزانہ مجھے عطا فرمایا۔ میری ڈھارس بندھی کہ جس قادر ہستی نے چند لمحوں کے اندر غیب سے اس قدر قیمتی مواد مجھے عطا فرمایا ہے جس کے بغیر میں ایک قدم بھی نہیں اٹھا سکتا تھا وہ ضرور باقی مراحل میں بھی میری دستگیری فرمائے گا۔

(تحدیث نعمت ص 515)

حضرت مصلح موعود کی پُرسوز دعائیں

حضرت چوہدری صاحب لکھتے ہیں کہ باؤنڈری کمیشن میں مسلم لیگ کے کیس کی تیاری کے سلسلے میں حضرت مصلح موعود نے بھی آپ کی بھرپور مدد کی اور اس مقصد کے لئے بہت قیمتی کتب اپنے خرچ پر انگلستان سے منگوائیں اور اسی طرح آپ نے دفاع کے ایک ماہر پروفیسر کی خدمات بھی حاصل کیں۔

باؤنڈری کمیشن میں ہونے والی بحث کے دوران حضرت مصلح موعود خود بھی اجلاس میں تشریف فرما ہوتے رہے اور دعا سے مدد فرماتے رہے۔ یقیناً یہ انہی دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ قائداعظم نے انہی دنوں رات کے کھانے پر حضرت چوہدری صاحب کو دعوت دی اور معانقے کا شرف بخشا اور فرمایا

''میں تم سے بہت خوش ہوں اور تمہارا نہایت ممنون ہوں کہ جو کام تمہارے سپرد کیا گیا تھا تم نے اسے اعلیٰ قابلیت سے اور نہایت احسن طریق سے سرانجام دیا''۔ (تحدیث نعمت ص 522)

راتوں کو اٹھ کر دعائیں کریں

1965ء کی جنگ کے دنوں میں حضرت مصلح موعود کے اس پیغام نے جماعت کے دلوں کو گرما دیا اور ہمارا جذبہ حب الوطنی دعاؤں میں ڈھلنے لگا آپ نے فرمایا کہ

جماعت کے ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ ان ایام میں راتوں کو اٹھے اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرے تا کہ ہماری آواز (-) سواد اعظم کی آواز بن سکے اگر ہماری جماعت کی اکثریت دعاؤں سے کام نہیں لے گی تو ہماری آواز خدائی آواز قرار نہیں پائے گی۔

(روزنامہ الفضل 19 ستمبر 1965ء)

صدقات کی تحریک

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث وقتاً فوقتاً پاکستان کی سلامتی اور استحکام کے لئے دعاؤں اور صدقات کی تحریک فرماتے رہے۔ 22 ستمبر 1972ء کے خطبہ جمعہ میں فرمایا:

''ضروری بات میں اس وقت یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہمارے ملک کے موجودہ حالات صاحب فراست کے دل میں تشویش پیدا کر رہے ہیں۔ اندرونی دشمن، دشمنی کے کاموں میں لگے ہوئے ہیں اور بیرونی دنیا کا ایک بڑا حصہ ہمارا دوست نہیں ہے بلکہ وہ ہمارا دشمن ہے اور ان کی باتیں ان کے منصوبے ان کی خواہشات اور ان کے عمل ہمارے ملک کے خلاف ہیں۔ گو ساری دنیا تو ہمارے خلاف

نہیں ......لیکن دنیا کا ایک بڑا حصہ ہمارا دشمن ہے ......اس واسطے قوم پر اس وقت ایک ابتلاء کا وقت ہے۔ دعاؤں اور صدقات سے ابتلاء دور ہو جایا کرتے ہیں۔اس لئے آپ دعائیں کریں اور استحکام پاکستان کے لئے جس حد تک ممکن ہو صدقات بھی دیں''۔ (الفضل یکم اکتوبر1972ء)

پاکستان کی حفاظت اور استحکام کے لئے دعائیں

حضرت مرزا ناصر احمد صاحب جب خلیفۃ المسیح منتخب ہوئے اور جلسہ سالانہ آیا تو یہ وہ وقت تھا۔ جب چند ماہ قبل ہندو پاک جنگ 1965ء ختم ہوئی تھی آپ نے اس موقع پر احباب جماعت کو پاکستان کی حفاظت اور اس کے استحکام اور ترقی کے لئے دعاؤں کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا ''پاکستان کی حفاظت کے لئے بھی دوست ضرور دعائیں کریں......

......اپنی دعاؤں میں پاکستان کو خصوصیت کے ساتھ ضرور یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کی حفاظت فرمائے اور ملائکہ کی افواج ہمیشہ ہر محاذ پر پاکستان کی مدد کریں''۔

(الفضل22فروری1966ء)

1971ء میں پاکستان اور بھارت کی جنگ سے قبل آپ نے پاکستان کی کامیابی کی دعا کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا ''دعا کریں اللہ تعالیٰ پاکستان کو ہر قسم کی کامیابی عطا کرے اور دشمن ناکام و نامراد ہو''۔ نیز فرمایا: ''احباب جماعت کو مالی قربانیوں اور دعاؤں کے ذریعہ اپنے ملک اور قوم کی خدمت کرنی چاہئے''۔

(خطبہ جمعہ 10/اکتوبر 1971ء)

3دسمبر 1971ء کے خطبہ جمعہ میں فرمایا:

''ہر احمدی کا فرض ہے کہ وہ ملک کی سلامتی اور استحکام کے لئے اپنا سب کچھ وقف کر دے''۔

اب تو کرنا پڑے گا

حضرت مرزا مظفر احمد صاحب پاکستان کے ایک نامور فرزند اور اقتصادیات کے ماہر تھے آپ نے ایک لمبا عرصہ پاکستان میں مختلف حیثیتوں میں کام کیا آخری کچھ سال امریکہ میں گزارے۔اس دوران بھی خدمت کا سلسلہ جاری رہا۔

یہ واقعہ مکرم ظاہر محمد صاحب مصطفیٰ نے سنایا:

امریکہ میں پریسلر ترمیم جس کے تحت پاکستان پر اقتصادی پابندیاں عائد کر دی گئی تھیں اس کے خلاف سینیٹر براؤن کی طرف سے سینٹ میں براؤن ترمیم پیش کی گئی۔ اس ترمیم کو منظور کروانے کے سلسلے میں حضرت صاحبزادہ صاحب نے بھی خصوصی اور انتھک کوششیں کیں۔ اس سلسلے میں حکومت پاکستان کی امریکہ میں سفیر ملیحہ لودھی کی طرف سے ایک مرتبہ مشہور Madison Hotel میں ایک خصوصی میٹنگ کی گئی۔ محترم ظاہر صاحب نے بتایا کہ میں اکثر ایسی میٹنگز کے لئے حضرت میاں صاحب کو چھوڑ آتا تھا اور پھر دوبارہ کچھ دیر کے بعد لے آتا۔ اس میٹنگ کے بعد جب میں حضرت میاں صاحب کو لینے گیا تو میں نے دیکھا کہ آپ بڑے تیز قدم اٹھاتے ہوئے آرہے ہیں اور آپ نے گاڑی میں بیٹھتے ہی فرمایا کہ

''اب تو کرنا پڑے گا''

میں نے اس بات کی تفصیل پوچھی تو مجھے بتایا کہ ملیحہ لودھی نے واپسی پر مجھے چلتے ہوئے خصوصی طور پر کہا کہ میاں صاحب اس کام کے لئے دعا بھی کریں۔ اس لئے اب اس کام کو ہر صورت کرنا پڑے گا۔

اس کے بعد آپ نے اس سلسلے میں اپنی کوششیں تیز تر کر دیں اور جب یہ براؤن ترمیم منظور ہوگئی تو امریکہ میں پاکستانی سفیر نے صدر پاکستان اور وزیراعظم پاکستان کی طرف سے حضرت میاں صاحب کا خصوصی شکریہ ادا کیا اس واقعے کو حضرت میاں صاحب نے خود بھی ایک انٹرویو میں بیان کیا ہے۔

غیروں کا اعتراف

ہفت روزہ حرمت کے ایڈیٹر زاہد ملک نے امریکہ میں حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب سے ایک انٹرویو لیا۔ جو حرمت 27 دسمبر 1996ء میں شائع ہوا۔ براؤن ترمیم کے حوالے سے آپ نے انٹرویو میں کہا:

ہماری تعلیم ہماری رگوں میں اور ہمارے خون میں سرایت کر چکی ہے وہ یہ ہے کہ ملک کے ساتھ ہر صورت میں وفاداری کو نبھانا ہے......حال ہی میں پریسلر ترمیم کے خلاف جو براؤن ترمیم کے لئے کوشش ہوئی تھی تو اس وقت مجھے بھی ایمبیسی نے کہا کہ میں بھی اس سلسلے میں کوشش کروں۔تو میں نے اس وقت بڑی بھرپور کوشش کی تھی یہاں تک کہ یہاں پاکستانی کمیونٹی اور تمام متعلقہ حلقوں میں خاصی دھاک بیٹھی اور حیرت سے لوگوں نے کہا کہ ہم تو سمجھتے تھے کہ یہ ملک کے خلاف ہیں لیکن انہوں نے تو ملک کے لئے بڑا اہم کام کیا ہے اور جان کی بازی لگا کے جدوجہد کی ہے۔

(ہفت روزہ حرمت 27دسمبر1996ء ص11)

(روزنامہ الفضل 13/اگست 2002ء)

میں اول و آخر پاکستانی ہوں

نوبیل انعام یافتہ پاکستانی احمدی سائنسدان حب الوطنی میں بھی اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتے۔ ایک سائنسدان مجاہد کامران ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کے بارے میں کہا کرتے تھے کہ:

ڈاکٹر صاحب کو پاکستان کے ساتھ جنون کی حد تک محبت تھی جب انہیں پتا چلتا تھا کہ فزکس کا فلاں پراجیکٹ شروع ہو رہا ہے تو فوراً بتاتے کہ اس میں فلاں پاکستانی سائنسدان کو ایڈجسٹ کرواؤ۔ ایک سائنسدان پروفیسر اکرام الحق نے بتایا کہ مختلف ممالک نے کوشش کی کہ ڈاکٹر سلام ان کی شہریت لے لیں مثلاً نہرو نے ڈاکٹر سلام صاحب کو کہا کہ آپ تقسیم ہند سے پہلے تو انڈین تھے ایک دفعہ انڈیا آجائیں ہم جیسا ادارہ آپ کہیں گے بنائیں گے۔ لیکن ڈاکٹر صاحب بھلا کیسے ماننے والے تھے۔ بلکہ ہم نے ڈاکٹر صاحب کی علالت کے دوران انڈین اخبارات کے تراشے دیکھے ہیں جن سے پتا چلتا تھا کہ انہوں نے ڈاکٹر صاحب سے بار بار کہا کہ ہم آپ کو 300 کروڑ آفر کرتے ہیں اور سلام یونیورسٹی سری نگر میں بنائیں گے لیکن ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ آپ میرے نام پر جو مرضی بنائیں۔

میں اول و آخر پاکستانی ہوں۔

پروفیسر اکرام الحق صاحب نے ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کے بارے میں یہ دوٹوک گواہی دی کہ

پاکستان ڈاکٹر سلام کی First Priority تھا اور پاکستان ہی ڈاکٹر سلام کا First and Last Love تھا۔

خدا کی قسم ہمیں تجھ سے پیار ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کو اپنے پیارے وطن سے مجبوراً ہجرت کرنا پڑی لیکن آپ نے اس ملک کے ساتھ اپنی محبت کا حق ادا کر دیا اور اہل پاکستان کے لئے خود بھی دردناک دعائیں کیں اور جماعت کو بھی تحریک کی۔ آپ ہمیشہ اپنے وطن کے لئے تڑپتے رہے۔آپ نے جلسہ سالانہ برطانیہ 1986ء کے اختتامی خطاب 27 جولائی کو فرمایا:

''پاکستان کے لئے بھی دعائیں کرو کیونکہ سب سے زیادہ محبت ہمیں پاکستان سے صرف اس لئے نہیں کہ وہ ہمارا یعنی پاکستان سے آنے والوں کا وطن ہے بلکہ ...... ساری دنیا میں یہ ایک ہی ملک ہے جو کلمے کے نام پر وجود میں آیا تھا......پس چونکہ آغاز کے طور پر رسول اکرم ﷺ کی محبت اور خدا کے نام پر یہ ملک جیتا گیا تھا اس لئے ہماری محبت بہرحال قائم رہے گی ...... پس اے پاکستان کے عظیم وطن! خدا کی قسم ہمیں تجھ سے پیار ہے......اور وہ سارے احمدی بھی جن تک تیری سرزمین میں پیدا ہونے والوں نے پیغام حق پہنچایا تھا وہ بھی تیرے ممنون ہیں اور ہمیشہ ممنون احسان رہیں گے اس لئے وہ بھی تیرے لئے دعا کرتے رہیں گے''۔

(روزنامہ الفضل 13/اگست 1998ء)

آپ کا جذبہ حب الوطنی کبھی نظم میں ڈھلا اور کبھی نثر میں کبھی اپنے وطن سے آنے والوں سے یہ پوچھا کہ ع

اے دیس سے آنے والے بتا کس حال میں ہیں یاران وطن

اور کبھی احمدیوں پر ہونے والے شرمناک مظالم کی وجہ سے ہمارے پیارے وطن کی بدنامی کا خوف دل پر طاری ہو گیا اور یوں گویا ہوئے۔ ع

کیا ظلم و ستم رہ جائیں گے اب دنیا میں پہچان وطن

اور پھر یہ دعا بھی دی کہ ع

اے قوم ترا حافظ ہو خدا ٹالے سر سے ہر ایک بلا

اہل وطن سے دردمندانہ اپیل

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کا یہ منظوم کلام تو امر ہو چکا ہے ہمیں یقین ہے کہ اہل وطن کبھی تو اس پیغام کو سنیں گے۔

بہار آئی ہے دل وقف یار کر دیکھو
خرد کو نذر جنون بہار کر دیکھو
غضب کیا ہے جو کانٹوں سے پیار کر دیکھا
اب آؤ پھولوں کو بھی ہمکنار کر دیکھو
جو کر سکے تھے کیا غیر ہمیں بنا نہ سکے
ہم اب بھی اپنے ہیں اپنا شمار کر دیکھو
بس اب نہ دور رکھو اپنے دل سے اہل وطن
ہے تم سے پیار ہمیں اعتبار کر دیکھو
بلا رہی ہیں تمہیں پیار کی کھلی باہیں
چلے بھی آؤ نا للہ پیار کر دیکھو

مسئلہ کشمیر کے منصفانہ حل کیلئے اقوام متحدہ کی قراردادیں سر محمد ظفر اللہ خان کی عظیم اور مستقل فتح ہے

پاکستان کے دیرینہ اور اصولی موقف کی مسلمہ اہمیت و افادیت

اقوام عالم کے ریکارڈ اور پاکستان کی تاریخ سے اس کارنامے اور اثاثے کو کبھی محو نہیں کیا جاسکتا

مکرم پروفیسر راجا نصر اللہ خان صاحب

بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کے معتمد ساتھی چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے قائد کے ایما اور اعتماد کی وجہ سے مختلف اہم حیثیتوں میں مملکت خداداد پاکستان کی بھرپور خدمت کا موقع ملا۔ ان بے لوث اور نمایاں خدمات کا عرصہ جولائی 1947ء سے لے کر اکتوبر 1954ء تک ممتد ہے۔ اکتوبر 1954ء میں آپ خود وزیر خارجہ کے عہدے سے مستعفٰی ہوگئے اور جلد بعد بین الاقوامی عدالت انصاف (ہیگ) میں جج کے اعلیٰ منصب کے لئے منتخب ہوئے۔

آپ کو تقریباً سات سال تک (دسمبر 1947ء تا اکتوبر 1954ء) پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ کے طور پر قومی اور بین الاقوامی سطح پر وطن عزیز کے لئے ممتاز اور کامیاب خدمت بجالانے کا اعزاز حاصل ہوا۔ جس کے دوران آپ کو مسئلہ کشمیر کے سلسلہ میں اقوام متحدہ میں بھارتی وفد کے مقابل پر زبردست کامیابی اور فتح حاصل ہوئی۔ آپ نے اقوام متحدہ سے مختلف اوقات میں کشمیریوں کے حق خود ارادیت کی متعدد قراردادیں منظور کرائیں۔

خارجہ پالیسی کے بانی

(ا) صحافی شیر محمد چشتی اپنے مضمون ’’پاکستان اور اقلیتیں‘‘ مطبوعہ روزنامہ ایکسپریس (فیصل آباد) میں تحریر کرتے ہیں۔

’’پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خان ایک قادیانی ہی تھے وہ کئی سال تک وزارت خارجہ کے کرتا دھرتا رہے۔ اس ملک کی خارجہ پالیسیوں کی تشکیل میں ان کا بڑا ہاتھ ہے جو کہ قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا۔‘‘ (نوائے وقت 16 مارچ 2013ء)

(ب) تاریخی اور تحقیقی موضوعات پر لکھنے والے کہنہ مشق مضمون نگار سکندر خان بلوچ اپنے مضمون گلدستہ مطبوعہ نوائے وقت میں رقمطراز ہیں:۔

’’اقوام متحدہ میں پاکستان کا مقدمہ مؤثر انداز میں لڑنے والا پہلا پاکستانی شخص اور بین الاقوامی کورٹ آف جسٹس کا جج بننے والا پہلا پاکستانی بھی سر ظفر اللہ خان احمدی تھا۔‘‘

(مطبوعہ نوائے وقت 20 مارچ 2013ء ادارتی صفحہ)

حق خود ارادیت کی بین الاقوامی حیثیت

معروف اور متحرک کشمیری رہنما غلام نبی فائی اپنے مضمون ’’مسئلہ کشمیر اور حق خود ارادیت کا اطلاق‘‘ مطبوعہ نوائے وقت میں اقوام متحدہ کے ایک اساسی اصول اور ہدف کا ذکر کرتے ہیں:۔

1945ء میں اقوام متحدہ کے قیام کی بدولت حق خود اختیاری کے اصول کو نئی جہت عطا ہوئی۔ یہ اقوام عالم کے یکساں و مساوی حقوق سے منسلک اقوام متحدہ کے مقاصد میں سے ایک قرار پایا جس کے حصول کے لئے اسی ادارے نے ہمیشہ کوشاں رہنا تھا۔

خود ارادیت کے اصول کو بین الاقوامی امن و سلامتی کے قیام سے علیحدہ کرنا ناممکن ہے۔ کشمیری عوام کے حق خود اختیاری سے انکار کے باعث جنوبی ایشیا کے دو ہمسایہ ممالک ہندوستان اور پاکستان ایٹمی جنگ کی تباہی کے دہانے پر پہنچ گئے تھے۔ حالانکہ جموں و کشمیر کے لئے خصوصی طور پر حق خود اختیاری کے اصول کا اطلاق اقوام متحدہ نے برملا طور پر تسلیم کر رکھا ہے اور جب مسئلہ کشمیر سلامتی کونسل میں پیش کیا گیا تو ہندوستان اور پاکستان دونوں نے اس اصول کی پاسداری کا وعدہ کیا تھا۔

(نوائے وقت مورخہ 5 فروری 2012ء ادارتی صفحہ)

جب مسئلہ کشمیر سلامتی کونسل میں پیش کیا گیا

اب قارئین کرام کے سامنے مختلف معلومات افزا حوالوں کی مدد سے اقوام متحدہ میں کشمیر کا مقدمہ اور اس پر کارروائی کی کچھ دلچسپ روداد پیش کی جاتی ہے۔

معروف اور وقیع کشمیری قلم کار کلیم اختر اپنے مضمون ’’مقبوضہ کشمیر میں تحریک اور حکومت آزاد کشمیر کا کردار‘‘ مطبوعہ نوائے وقت میں لکھتے ہیں۔

’’جنوری 1948ء میں بھارت نے سلامتی کونسل میں پاکستان کے خلاف درخواست دے دی۔ بھارت کی نمائندگی سر گوپالا سوامی آئینگر نے کی جو ایک وقت میں ریاست کے وزیراعظم رہ چکے تھے...... بھارتی وفد میں شیخ عبداللہ تھے جن کے سیکرٹری درگاہ پرشاد دھر تھے جو ازاں بعد بھارت کے مشہور ڈپلومیٹ ہوئے اور روس میں بھارت کے سفیر اور بھارت کے وزیر خارجہ بھی رہے۔ پاکستانی وفد کی قیادت وزیر خارجہ چوہدری ظفر اللہ خان نے کی۔‘‘ (نوائے وقت 30/ اکتوبر 1988ء)

بھارت کے موقف کی دھجیاں

وسیع المطالعہ کشمیری قلم کار کلیم اختر ایک اور مضمون ’’لیاقت علی خان ان کا سیاسی عہد اور مسئلہ کشمیر‘‘ میں تحریر کرتے ہیں۔

’’یہ حقیقت ہے کہ سلامتی کونسل میں بھارت کو شکست ہوئی۔ بھارت کی شکایت یہ تھی کہ پاکستان قبائلیوں اور مجاہدین کی امداد کر رہا ہے۔ اس لئے اسے جارح قرار دیا جائے۔ مگر سلامتی کونسل میں وزیر خارجہ پاکستان نے مسئلہ کشمیر کی تاریخ اور تحریک کو بیان کر کے بھارت کے مؤقف کی دھجیاں اڑا دیں اور سلامتی کونسل نے یہ فیصلہ دیا کہ جموں کشمیر کے مستقبل کا فیصلہ کشمیری عوام استصواب رائے عامہ سے کریں گے۔‘‘

(نوائے وقت 18/ اکتوبر 1988ء)

اقوام متحدہ کی دوسری تاریخی اور حتمی قرارداد

مسئلہ کشمیر کے سلسلہ میں ملک کے پہلے اور نامور وزیر خارجہ چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان کی اقوام متحدہ میں بھارتی زعما کے ساتھ کامیاب معرکہ آرائی کے نتیجہ میں کشمیریوں کے حق میں منظور ہونے والی تاریخی قراردادوں کے موضوع پر متعدد ٹھوس مضامین لکھنے والے پروفیسر الیف الدین کا ایک تفصیلی مضمون نوائے وقت میں بعنوان ’’تحریک آزادی کشمیر اور اقوام متحدہ کی قراردادیں‘‘ شائع ہوا ہے۔ متذکرہ مضمون کی پہلی قسط میں صاحب مضمون تحریر کرتے ہیں۔

’’جنوری 1949ء کا مہینہ اس اعتبار سے تحریک آزادی کشمیر کی تاریخ میں غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے کہ اس میں اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے کشمیری عوام کی آزادی اور حق خود ارادیت کے بنیادی حق کو تسلیم کرتے ہوئے یہ تاریخی قرارداد منظور کی تھی کہ مسئلہ کشمیر کے حل کے لئے ریاست جموں و کشمیر میں اقوام متحدہ کے زیر اہتمام آزادانہ اور غیر جانبدارانہ رائے شماری کا اہتمام کر کے خود کشمیری عوام کی مرضی سے یہ طے کیا جائے کہ وہ پاکستان یا بھارت میں کس کے ساتھ الحاق کرنا چاہتے ہیں۔ یہ قرارداد تحریک آزادی کشمیر کو بین الاقوامی اعتبار سے ٹھوس آئینی اور قانونی بنیادیں مہیا کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کشمیری عوام نے پہلے دن سے اس قرارداد کو ہمیشہ آزادی اور حق خود ارادیت کے لئے اپنی جدوجہد اور تحریک کی بنیاد قرار دیا ہے۔ نیز اس قرارداد کی بنیاد پر پاکستان مسئلہ کشمیر کا ایک بنیادی فریق قرار پاتا ہے اور تحریک آزادی کشمیر کی تائید و حمایت کے سلسلے میں اپنا کردار ادا کرتا رہا ہے اور یہی وجہ ہے کہ بھارت ہمیشہ ان قراردادوں کے نفاذ سے راہ فرار کے لئے حیلے بہانے تلاش کرتا رہا ہے۔‘‘

(نوائے وقت 20 جنوری 2012ء ادارتی صفحہ کالم 1)

سر ظفر اللہ خان کی تاریخ ساز تقریر

ماضی قریب میں شائع ہونے والی کتاب ’’منٹو کا سیاسی شعور‘‘ کی فاضل مصنفہ پروفیسر روبینہ یاسمین (گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج برائے خواتین سرگودھا) مصنف ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار کی کتاب ’’کشمیر جنت نظیر‘‘ شائع کردہ ’’بزم اقبال لاہور‘‘ سن اشاعت 2002ء صفحہ 48 کا ایک اہم حوالہ درج کرتی ہیں۔

’’بھارتی حکومت نے حواس باختہ ہو کر یکم جنوری 1948ء کو اقوام متحدہ سے درخواست کی کہ پاکستان کو جموں و کشمیر میں حملہ آوروں کی امداد سے باز رکھا جائے اور ایسا نہ ہو سکنے پر ہندوستان نے پاکستان پر حملہ کرنے کی دھمکی دے دی۔ سلامتی کونسل نے فوراً دونوں ملکوں سے ٹیلی گرام کے ذریعے درخواست کی کہ وہ کوئی بھی ایسا قدم اٹھانے سے گریز کریں جس سے صورتحال پیچیدہ ہو جائے۔ اس مسئلہ پر سلامتی کونسل کا اجلاس 15 جنوری 1948ء کو طلب کیا گیا بھارت کے نمائندے نے کشمیر میں صورتحال کو امن و تحفظ کے لئے ایک خطرہ قرار دیا اور پاکستان کو جارحیت پسند ملک قرار دیا۔

پاکستان کی طرف سے چودھری ظفراللہ خان نے جواب دعویٰ پیش کیا اور بھارت پر دس الزام عائد کرتے ہوئے تین بنیادی امور کی طرف سلامتی کونسل کو متوجہ کیا۔ پاکستان کے نمائندے نے اس موقع پر تاریخ ساز تقریر کی جس کا دورانیہ پانچ گھنٹے تھا یہ تقریر از حد مؤثر تھی۔ بھارتی نمائندے نے کوشش کی کہ سلامتی کونسل صرف قبائلیوں اور دوسرے حملہ آوروں کو کشمیر سے باہر نکالنے تک محدود رہے باقی معاملات کو نہ چھیڑے لیکن ظفراللہ خان نے سلامتی کونسل کو باور کرایا کہ مسئلہ کشمیر صرف اتنا نہیں بلکہ اس کی جڑیں بہت گہرائی تک پھیلی ہوئی ہیں اور جب تک اس ظلم اور ناانصافی کا سدباب نہیں کیا جائے گا جس کی بدولت یہ مسئلہ پیدا ہوا ہے تب تک ہندوستان اور پاکستان کے باہمی تعلقات منصفانہ اور پُرامن بنیادوں پر قائم نہیں ہو سکتے۔ پاکستان نے اس مناسبت سے سلامتی کونسل سے درخواست کی کہ اس مسئلہ کو مسئلہ کشمیر لکھنے کی بجائے پاکستان اور ہندوستان کا مسئلہ لکھا جائے۔ مضبوط دلائل کی بنیاد پر پاکستان کا موقف تسلیم کیا گیا اور ہندوستان کا اعتراض مسترد کر دیا گیا۔"

(بحوالہ کتاب "منٹو کا سیاسی شعور" صفحہ 165-166 مثالی پبلشرز فیصل آباد سن اشاعت 2012ء)

سابق سفیر امریکہ کا بیان

قارئین کرام! اقوام متحدہ میں بھارت کے مقابلہ میں اہل کشمیر کے حق میں رائے شماری کی قراردادیں منظور کرانا ایک زبردست معرکہ تھا جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے پاکستانی وزیر خارجہ چوہدری سر محمد ظفراللہ خان نے بڑی محنت، اولوالعزمی اور کامیابی سے سر کیا اور یہ قراردادیں کشمیریوں اور پاکستان کے لئے قیمتی اور ناقابل تردید اثاثہ ثابت ہوئیں۔ اس معرکے کی کچھ جھلکیاں روزنامہ پاکستان سنڈے میگزین مورخہ 5 فروری 2012ء میں شائع شدہ ایک مضمون سے پیش کی جاتی ہیں جس کے متعلق متذکرہ اخبار کے ادارہ نے مندرجہ ذیل تعارفی نوٹ دیا ہے۔

"کتاب قائداعظم جناح...... جیسا کہ میں نہیں جانتا ہوں" مرحوم مرزا ابوالحسن اصفہانی نے اپنی یادداشتوں پر استوار کی ہے۔ مرحوم حسن اصفہانی نے اس کتاب کے ذریعے جو مواد دنیا کے سامنے پیش کیا ہے وہ معرکے ہی کا نہیں، یادگار اور عالی شان بھی ہے۔ یہ مواد قائداعظم اور تحریک پاکستان کے حوالے سے کئی چہروں پر پڑے ہوئے نقاب تار تار کر دیتا ہے۔ اس کتاب کا ایک باب مرحوم حسن اصفہانی نے جو اس وقت امریکہ میں پاکستانی سفیر تھے۔ پاکستان کی خارجہ پالیسی اور کشمیر کے بارے میں تحریر کیا ہے۔ امریکہ کی سرگرمیوں کے سیاسی پہلو پر ان کی رائے آج بھی صائب اور مستحکم دکھائی دیتی ہے۔ (ادارہ)

مصنف: ایم۔اے۔ایچ اصفہانی سابق سفیر امریکہ رقمطراز ہیں۔

پاکستان کی خارجہ پالیسی

(الف) امریکہ کے لوگوں کے لئے فروری 1948ء میں اپنی تقریر نشر کرتے ہوئے قائداعظمؒ نے کہا تھا کہ:۔

"ہماری خارجہ حکمت عملی دنیا کی سب قوموں سے دوستی وخوشنودی پر مبنی ہے۔ ہم کسی ملک یا قوم کے خلاف کسی طرح کے جارحانہ ارادے نہیں رکھتے۔ ہم قومی اور بین الاقوامی معاملات میں دیانتداری اور انصاف کے اصول کے قائل ہیں اور دنیا کی قوموں کے امن اور خوشحالی کو ترقی دینے میں حصہ لینے کو تیار ہیں۔ پاکستان کی جانب سے دنیا کی مظلوم اور محکوم کی مادی اور اخلاقی امداد کرنے میں کبھی کوئی کوتاہی نہ ہوگی اور نہ ہی اقوام متحدہ کے منشور کو قائم و برقرار رکھنے میں۔" (کالم نمبر 1)

مسئلہ کشمیر اقوام متحدہ میں

(ب) تنازعہ کشمیر سے میرا بہت گہرا تعلق رہا ہے۔ بالخصوص اس کے ابتدائی مراحل میں کیونکہ جب اسے ہندوستان نے شروع جنوری 1948ء میں پہلی بار مجلس اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں پیش کیا تھا، تو میں چودھری ظفراللہ خان کا نائب تھا۔ یہ تنازعہ جواب تک بھی ہندوستان کے غیر معقول رویے کے سبب حل نہیں ہوسکا۔ ایک ایسا موضوع ہے جسے ہمارے ملک کا ہر بالغ نابالغ بہت اچھی طرح جانتا ہے۔ حکومت کے پاس اور اقوام متحدہ کے پاس اس موضوع سے متعلق یادداشتوں کا ایک انبار جمع ہوگیا ہے۔ علاوہ ازیں اس موضوع پر کئی کتابیں بھی لکھی جا چکی ہیں...... لہٰذا میں یہاں محض چند خطوں کا ذکر کروں گا جو میں نے نیویارک اور واشنگٹن سے اپنے گورنر جنرل قائداعظم کو لکھے تھے...... چنانچہ میرے 7 فروری 1948ء، 27 مارچ 1948ء اور 20/اپریل 1948ء کے خطوں کے متعلقہ اقتباسات نیچے نقل کئے جاتے ہیں۔"

سابق سفیر امریکہ اصفہانی صاحب کا پہلا خط

7 فروری 1948ء

مائی ڈیئر قائداعظم

"مجھے آپ سے اپنی طویل خاموشی کی معافی کی درخواست کرنا ہے۔ کشمیر کے مسئلے کی وجہ سے ہم سب لوگ مشغول بھی رہے ہیں اور پریشان بھی۔ خدا تعالیٰ کے رحم وکرم اور اس کی مدد سے ہم نے اب تک جو کچھ کیا ہے۔ اچھا ہی کیا ہے اور ہندوستان کی ان مسلسل کوششوں کے باوجود کہ اسے اس کا مقصد حاصل ہو جائے اب تک اسے اس میں کامیابی نہیں ہوئی ہے۔ کل سلامتی کونسل کا اجلاس منگل وار تک ملتوی ہوگیا...... کل شام بیلجیم کے وفد کی قیام گاہ پر جمع ہوئے اور ہمیں ایک قرارداد کی نقل دی گئی۔ جو صدر اور افسر رابطہ نے تیار کی تھی اور سلامتی کونسل کے تقریباً ان سب ارکان کی رائے پر مبنی تھی، جواب تک تقریر کر چکے ہیں...... ہمارے نزدیک یہ قرارداد معقول اور منصفانہ ہے۔ مسٹر گوپالا سوامی آئینگر نے اسے ماننے سے انکار کیا، کیونکہ بقول ان کے اس میں ہندوستان کی خاص شکایات اور الزامات کو نظرانداز کر دیا گیا ہے۔ تاہم انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ قرارداد کا مسودہ اپنی حکومت کو بھیج دیں گے اور اس سے مزید ہدایات طلب کریں گے......

اگلے دن شام کو ہمیں شیخ عبداللہ کی تقریر سننے کا موقع ملا جس میں انہوں نے بہت بے وقوفی کا ثبوت دیا۔ انہیں اپنی زبان پر قابو نہ رہا اور نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے خدا کی شان میں بھی یہ گستاخانہ الفاظ کہہ دیئے کہ:۔

"اگر اسے عارضی حکومت سپرد کر دی جائے تو اللہ تعالیٰ بھی غیر جانبدار نہ رہے گا۔ کل سر ظفراللہ نے شیخ عبداللہ کی خوب دھجیاں اڑائیں......"

27 مارچ 1948ء کے خط کے کچھ مندرجات

مسٹر حسن اصفہانی بیان کرتے ہیں۔

27 مارچ کو میں نے قائداعظم کو حسب ذیل خط لکھا:۔

"......ظفراللہ خان صورتحال کو بہتر بنانے کی ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں۔ عادلانہ اور منصفانہ طور پر معاملہ طے کرانے کیلئے سب کچھ کیا جا رہا ہے اور آئندہ بھی کیا جائے گا اور ایسی کوئی تجاویز جو اس سے قاصر ہوں منظور نہیں کی جائیں گی۔

ظفراللہ خان کا اور میرا یہ خیال ہے کہ اس نازک مرحلے پر برطانیہ اور یونائیٹڈ سٹیٹس پر زیادہ دباؤ ڈالنے کی ضرورت ہے۔ اس سے یقیناً بے انتہا مدد ملے گی کہ آپ برطانیہ کے ہائی کمشنر اور یونائیٹڈ سٹیٹس کے سفیر سے اور ان کے ذریعے ان کی اپنی حکومتوں سے رابطہ قائم کر کے انہیں یہ بتا دیں کہ حکمت عملی کے اس اچانک اور غیر ضروری تغیر کی جانب آپ کا اور آپ کی وزارت کا ردعمل کیا ہے اور یہ بھی واضح کر دیں کہ پاکستان کسی ایسی تجویز یا سفارش سے کوئی واسطہ نہ رکھے گا کہ جو یکطرفہ ہو اور جس کا مقصد محض ہندوستان کی، خواہ اس کا موقف کتنا ہی غلط کیوں نہ ہو۔ دلجوئی اور تسکین خاطر ہو...... مجھے یقین ہے کہ اپنے ملک کے دباؤ سے یہاں ظفراللہ خان کو مدد ملے گی۔

جناب ایم اے حسن اصفہانی کا تیسرا مکتوب

20/اپریل 1948ء

کشمیر کے متعلق وہ قرارداد جسے سلامتی کونسل کے چھ ارکان کی طرف سے پیش کیا گیا ہے ہفتے کے روز یعنی 17/اپریل کو غور کرنے کے لئے سلامتی کونسل کے سامنے رکھی گئی۔ ان چھ قوموں نے اس کی تائید میں تقریریں کیں اور فرانس نے بھی ان کا تتبع کیا۔ اجلاس کو سوموار 19/اپریل تک کے لئے ملتوی کر دیا گیا۔ کارروائی مسٹر گوپالا سوامی آئنگر کی تقریر سے شروع ہوئی۔ اپنی 90 منٹ کی تقریر میں انہوں نے کونسل کو بتایا کہ قرارداد کی بعض دفعات ان کی حکومت کے لئے بالکل ناقابل قبول ہیں اور انہوں نے اس واقعہ کی بہت شکایت کی پاکستان کو اپنے ایک دوست ہمسائے کے ساتھ ایک غیر دوستانہ کارروائی کرنے پر کوئی سزا نہیں دی گئی ہے......

گوپالا سوامی آئنگر کے بعد ظفراللہ خان تقریر کرنے کھڑے ہوئے۔ ان کی دو گھنٹے کی تقریر ایک شاندار کارنامہ تھی۔ انہوں نے اس "آخری قرارداد" کے محرکین کی سابقہ تقریروں کا حوالہ دے کر یہ ثابت کیا کہ انہوں نے اپنا موقف کس طرح اچانک تبدیل کر لیا ہے اور اب وہ کس طرح یہ کوشش کر رہے ہیں کہ ہم ایک ایسی بات منظور کر لیں جسے ابھی تھوڑا عرصہ پہلے وہ خود غیر منصفانہ اور غیر عادلانہ سمجھتے تھے۔ انہوں نے وضاحت سے قرارداد کا تجزیہ کیا اور ہماری طرف سے اس میں چند ترمیمیں پیش کیں جن کے بارے میں انہوں نے کہا کہ وہ نو قوموں کے بیان کردہ اصولوں کے عین مطابق تھیں......"

(روزنامہ پاکستان سنڈے میگزین مورخہ 5 فروری 2012ء صفحہ 17،16)

اقوام متحدہ کی قراردادوں کی حیثیت

جناب پروفیسر الیف الدین اپنے معرکۃ الآراء مضمون کی آخری قسط میں یہ حقائق واضح کرتے ہیں۔

"مسئلہ کشمیر کی متنازعہ بین الاقوامی حیثیت صرف اور صرف تقسیم برصغیر کے اصولوں اور اقوام متحدہ کی قراردادوں کی وجہ سے ہے۔ اگر ایک بار ان دونوں بنیادوں کو ختم کر دیا گیا تو مسئلہ کی بین الاقوامی حیثیت ختم ہو جائے گی اور بھارت اس مسئلے کو پنجاب اور آسام کی طرح اپنا داخلی مسئلہ قرار دے کر آزادی کشمیر کی تحریک کو کچلنے کے لئے جو اقدام چاہے گا، کر گزرے گا اور اس پر بین الاقوامی برادری کے احتجاج کو اپنے "داخلی معاملات میں مداخلت" کہہ کر مسترد کر دے گا۔ بھارت کو اچھی طرح معلوم ہے کہ مسئلہ کشمیر کے سلسلے میں اقوام متحدہ کی قراردادیں پوری عالمی برادری نے تسلیم کر رکھی ہیں اور خود بھارتی حکمران بھی ایک طویل مدت 1956ء تک ان قراردادوں پر عملدرآمد کے بارے میں عالمی سطح پر یقین دہانی کراتے رہے ہیں۔ اب بھارت اگرچہ ان قراردادوں پر عملدرآمد کرنے سے انکار کر رہا ہے لیکن اسے اچھی طرح معلوم ہے کہ جب بھی اس مسئلے کے دوسرے دو فریقوں پاکستان اور کشمیری عوام کی طرف سے ان قراردادوں پر عملدرآمد کے لئے کوئی منظم سفارتی مہم چلائی گئی، تو یقیناً پوری عالمی برادری ان کا ساتھ دے گی اور اس کا اندازہ اسے اسلامی سربراہی کانفرنس کے گزشتہ اجلاس میں مسئلہ کشمیر کے سلسلے میں اقوام متحدہ کی قراردادوں پر عملدرآمد کے بارے میں متفقہ قراردادوں کی منظوری نیز چین اور کئی دوسرے ممالک کی طرف سے اس مسئلے کے حل کے لئے اقوام متحدہ کی قراردادوں پر عمل درآمد کے مطالبے سے ہو چکا ہے۔ مسئلہ کشمیر کے سلسلے میں اقوام متحدہ کی قراردادوں پر عمل درآمد کے بارے میں عالمی برادری کی جو تائید وحمایت پاکستان اور کشمیری عوام کی طرف سے سفارتی محاذ پر کسی منظم اور مؤثر مہم کے بغیر از خود حاصل ہو رہی ہے۔ انشاء اللہ ایک منظم سفارتی مہم کے نتیجے میں اقوام متحدہ کی قراردادوں

کے مطابق مسئلہ کشمیر کے حل کے لئے عالمی برادری کی بھرپور تائید وحمایت حاصل کی جا سکتی ہے۔ جس کے بعد بھارت کے لئے کشمیر میں اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق استصواب رائے کرائے بغیر کوئی چارہ کار نہیں رہ جائے گا۔ لہٰذا اس کی یہ خواہش اور کوشش ہے کہ اپنی مخصوص لابیوں کے ذریعے اس کے دوسرے دو فریقوں پاکستان اور کشمیری عوام کو یا ان میں سے کسی ایک کو اس بات پر آمادہ کیا جائے کہ وہ مسئلہ کشمیر کو اقوام متحدہ کی قراردادوں سے ہٹ کر کسی اور بنیاد پر حل کرنے کے لئے تیار ہو جائے تاکہ اسے اس مسئلے کے حل کے لئے عالمی برادری کے اس متوقع دباؤ کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ (کالم نمبر 2,1)

آگے چل کر فاضل مضمون نگار اقوام متحدہ کی منظور کردہ قراردادوں کی اہمیت اور افادیت کا مستقبل میں حتمی نتیجہ بیان کرتے ہیں۔

”بھارت کو یہ بات ...... صاف طور پر دکھائی دے رہی ہے کہ اگر ریاست میں اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق رائے شماری ہوتی ہے تو کشمیری عوام کے سامنے صرف دو راستے ہوں گے۔ یا تو انہیں بھارت کے ساتھ الحاق کے حق میں ووٹ دینا ہوگا اور یا پھر پاکستان کے حق میں، ایسی صورت میں غیر مسلم تو سارے کے سارے بھارت کے حق میں ووٹ دیں گے اور مسلمانوں میں سے بھی بھارت کے وہ نمک خوار اسی کے حق میں ووٹ دیں گے جنہیں وہ گزشتہ 63 سال سے محض اسی لئے نوازتا چلا آ رہا ہے۔ باقی سارے مسلمان ریاست کے پاکستان کے ساتھ الحاق کے حق میں ووٹ دیں گے اور یوں کشمیر بھارت کے قبضے سے آزاد ہو کر مملکت خداداد پاکستان کا حصہ بن جائے گا۔ (کالم نمبر 4,3)

(نوائے وقت 23 جنوری 2012ء اداری صفحہ)

کشمیریوں اور پاکستان کی فتح

کشمیر سے تعلق رکھنے والے سابق جج سپریم کورٹ آف پاکستان راجہ افرا سیاب خان اپنے مضمون ”پاکستان عالم اسلام اور کشمیر کی آزادی“ میں اقوام متحدہ کی قراردادوں کا خلاصہ اوران کا قومی اثر (Impact) بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

سلامتی کونسل نے 1948ء اور 1949ء کی مشہور زمانہ قراردادوں کو مسئلہ کشمیر کے پُر امن حل کے لئے منظور کیا تھا۔ مختصر ترین الفاظ میں سلامتی کونسل نے یہ فیصلہ دیا تھا کہ ریاست جموں وکشمیر ایک مسلمہ طور پر متنازعہ علاقہ ہے اس کا فیصلہ کشمیر کے لوگ ہی آزادانہ اور منصفانہ رائے شماری کے نتائج کے مطابق کریں گے۔ وہ اس بات کے مجاز ٹھہرے تھے کہ وہ پاکستان یا بھارت میں سے کسی ایک ملک کے ساتھ ریاست جموں وکشمیر کا الحاق کریں گے۔ یہ فیصلہ کشمیریوں اور پاکستان کی ایک عظیم الشان فتح تھی۔ اگر رائے شماری ہوتی تو کشمیر کا جھگڑا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو چکا ہوتا۔“

آگے چل کر صاحب مضمون لکھتے ہیں۔

”بھارت کشمیر کے جھگڑے کے تصفیئے سے کیوں راہ فرار اختیار کر چکا ہے؟ بھارت کو علم ہے کہ وہ رائے شماری سے کشمیر کھو جائے گا۔ کشمیری بھارت کے خلاف کھل کر اپنی رائے کا اظہار کریں گے۔ یہی خوف بھارت کو دن رات کھائے جا رہا ہے......اب تو بھارت کے اندر بڑی تعداد میں انصاف پسند لوگ کشمیر کے جھگڑے کو کشمیریوں کی مرضی اور خواہش کے مطابق حل کرنے کو تیار ہو گئے ہیں وہ اس خطے میں امن کا قیام چاہتے ہیں۔ بھارت میں انسانی حقوق کی مشہور پاسبان ”اروں دھتی رائے“ انصاف پسند لوگوں میں سرفہرست ہے وہ کشمیریوں کے حقوق کی بھی ایک بڑی علمبردار بنی ہوئی ہے...... دنیا میں آزادی کی لہر چلنے کے بعد صاف ظاہر ہے کہ کشمیری مسلمان ہونے کی وجہ سے مسلمان پاکستان کے ساتھ ہی شامل ہوں گے۔ کشمیریوں کا کسی اور طرف جانے کا کبھی سوال پیدا نہیں ہوگا۔ میں خود مقبوضہ کشمیر سے آیا ہوا ایک کشمیری ہوں۔ میں نے تو روز اول سے ہی اپنے رائے پاکستان کے پلڑے میں ڈال رکھی ہے۔“

(مطبوعہ نوائے وقت 20 مارچ 2012ء)

حق خودارادیت کا مسئلہ

چیئرمین کشمیر تھنک ٹینک ڈاکٹر مقصود جعفری اپنے مضمون ”مسئلہ کشمیر انسانی حقوق کی بازگشت“ میں تحریر کرتے ہیں۔

”مسئلہ کشمیر بھارت اور پاکستان کے درمیان کوئی زمین کی تقسیم کا قضیہ نہیں بلکہ یہ کشمیریوں کے حق خودارادیت اور آزادانہ استصواب کا مسئلہ ہے جسے اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق ہر صورت حل ہونا ہے۔“ (کالم نمبر 2,1)

آگے چل کر ڈاکٹر مقصود جعفری لکھتے ہیں۔

”اقوام متحدہ کی قراردادوں میں کشمیر کو متنازعہ علاقہ قرار دیا گیا ہے۔ بھارت کے آئین کی شق نمبر 370 میں کشمیر کی جداگانہ حیثیت کو تسلیم کیا گیا ہے۔ کوئی بھارتی کشمیر میں جائیداد نہیں خرید سکتا۔ جنگ بندی لائن پر اقوام متحدہ کا عملہ نگرانی پر مامور ہے......چیمبر آف پرنسز کے اجلاس میں وائسرائے ہند کی صدارت میں ریاستوں کے مستقبل کے بارے میں یہ فیصلہ ہوا تھا کہ جن ریاستوں میں مسلمانوں کی آبادی زیادہ ہے وہ پاکستان کے حصے میں آئیں گے اور جن ریاستوں میں ہندو اکثریت ہے وہ ہندوستان سے الحاق کریں گے۔ کشمیر کی ریاست کی آبادی 80 فیصد مسلمانوں پر مشتمل تھی اور اس کی سرحد بھی پاکستان سے ملتی تھی۔ ایسی صورت میں بھارتی فوج کے ذریعے کشمیر پر قبضہ کرنا قرارداد ریاست ہائے ہند کے بھی عین منافی ہے۔“

(نوائے وقت 7 اگست 2012ء اداری صفحہ)

وطن سے محبت ایک طبعی چیز ہے

حضرت میر محمد اسحاق صاحب کے درس حدیث کے نوٹ

مدینہ منورہ کو ہجرت سے قبل یثرب کہتے تھے۔ یثرب کے معنی ہیں بیماری والا کیونکہ قریب ہی ایک نالہ بہتا تھا جس میں مچھر بہت پیدا ہوتا تھا جب صحابہ کرام وہاں ہجرت کر کے گئے تو ملیریا کی وجہ سے بہت سے صحابہ بیمار ہو گئے جس پر نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی کہ الٰہی یہ بخار جحفہ میں (جو ان دنوں کفار کا مرکز تھا) چلا جائے۔ نبی اکرم ﷺ کی یہ دعا منظور ہوئی اور یثرب کی آب و ہوا ایسی معتدل ہو گئی کہ اس وقت سے لے کر اب تک اسے طیبہ کہا جاتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان ابتدائی دنوں کا ذکر فرماتی ہوئی بیان کرتی ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ شروع میں مدینہ میں آئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو سخت بخار شروع ہو گیا۔

آپ فرماتی ہیں میں یکے بعد دیگرے ان کی عیادت کو جاتی۔ نیز آپ فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جب بخار تیز ہو جاتا تو آپ یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

کل امرئ مصبح فی اھلہ
والموت ادنی من شراک نعلہ

کہ ہر شخص اپنے اہل میں خوشی سے رات بسر کر کے صبح کو اٹھتا ہے اور وہ اپنے اہل وعیال اور دنیا کی مسرتوں میں اتنا کھویا ہوا ہے کہ موت اسے یاد ہی نہیں حالانکہ موت اس کی جوتی کے تسمہ سے بھی زیادہ قریب ہے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس حالت میں اپنے وطن مکہ کی یاد میں یہ دو شعر پڑھا کرتے تھے۔

الا لیت شعری ھل ابیتن لیلۃ
بواد وحولی اذخر و جلیل
وھل اردن یوما میاہ مجنۃ
وھل تبدون لی شامۃ و طفیل

یعنی مجھے نہایت ہی شوق ہے کہ میں کبھی ایسی وادی میں رات بسر کروں جس کے اردگرد اذخر گھاس اور جلیل پہاڑی ہو اور کبھی مجنہ جگہ کے پانیوں پر وارد ہوں اور شامہ اور طفیل پہاڑیوں کو دیکھوں۔

اذخر ایک قسم کا خوشبودار گھاس ہے جو مکہ میں کثرت سے ہوتا ہے جسے ہمارے ہاں گھوی کہتے ہیں۔ مجنہ بھی مکہ کے قریب ایک مقام ہے اور جلیل شامہ اور طفیل مکہ کے قریب پہاڑیاں ہیں۔

گویا حضرت بلال رضی اللہ عنہ اپنے اداس دل کو بہلانے کے لئے مکہ کا نقشہ کھینچ کر اور اپنے دماغ میں اس کا تصور جما کر اسے یاد کیا کرتے تھے۔ خدا کی قدرت ہے اپنے وطن کی آب و ہوا خواہ کتنی ہی خراب ہو یا اپنے وطن کی کتنی ہی تکالیف کیوں نہ ہوں۔ پھر بھی چند دن باہر جانے سے طبیعت اداس ہو جاتی ہے۔ دریاؤں کے کناروں پر رہنے والے لوگوں کے مکانات قریباً ہر سال طغیانی سے گر جاتے ہیں۔ مگر یہ جانتے ہوئے کہ اگلے سال سیلاب سے پھر گر جائیں گے۔ وہ پھر وہیں مکانات بناتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول سنایا کرتے تھے کہ ایک دن والدہ نے مجھے کہا نورالدین چلو تمہیں تمہارے نانا جان کا باغ دکھا لاؤں۔ میری اس وقت چھوٹی عمر تھی۔ میں یہ سن کر بہت خوش ہوا اور خوشی خوشی ان کے ساتھ چل پڑا۔ دور تک اس خوشی میں کہ نانا جان کا باغ دیکھیں گے ساتھ ساتھ بھاگتا گیا۔ آخر بہت دور جا کر راستہ میں چند بیریاں آئیں۔ والدہ صاحبہ وہاں بیٹھ گئیں۔ میں نے خیال کیا کہ چونکہ کچھ گرمی ہے۔ ذرا ستانے بیٹھ گئی ہوں گی۔ ابھی اٹھیں گی اور ہم نانا جان کا باغ جا کر دیکھیں گے۔ جب وہاں بیٹھے بیٹھے کافی دیر ہو گئی تو میں نے کہا اماں اٹھئے نانا جان کے باغ میں جائیں تو کہنے لگیں تیرے نانا جان کا یہی تو باغ ہے کیسا اچھا باغ ہے۔ حالانکہ وہ چند بیریاں تھیں۔ پھر فرمایا کرتے۔ اصل بات یہ ہے کہ اس جگہ ان کی زندگی کا ایک بڑا حصہ اپنے والد کے ساتھ گزر چکا تھا جس کی وجہ سے ان کو اس جگہ سے محبت اور الفت پیدا ہو گئی تھی۔

اسی طرح قادیان میں رہنے والوں کا وطن یہی قادیان ہو گیا ہے۔ کوئی مخلص احمدی پسند نہیں کرتا کہ وہ قادیان کو چھوڑ کر پھر اپنے اصل وطن میں یا کسی اور جگہ بلا مجبوری جائے۔ حضرت خلیفہ اول فرمایا کرتے تھے کہ مجھے قادیان سے اتنی محبت ہے کہ میں ایک دن بھی قادیان سے باہر جانے کے لئے تیار نہیں۔ اگر کوئی مجھے روزانہ لاکھ روپیہ دے کہ میں قادیان سے باہر رہوں۔ تو بھی میں قادیان کی سکونت کو اس روپیہ پر ہزار درجہ ترجیح دوں گا۔

پس وطن سے محبت کرنا ایک طبعی چیز ہے۔ کیونکہ انسان مدنی الطبع ہے جہاں وہ کچھ مدت رہتا ہے۔ وہاں کے لوگوں کے ساتھ اس کے تعلقات قائم ہو جاتے ہیں اور یہ بات ایک سچے مومن میں جو حقیقت میں سب کا بھائی ہے۔ بہت جلد پیدا ہو جاتی ہے۔ تبھی تو فرمایا حب الوطن من الایمان کہ وطن سے محبت رکھنا ایماندار ہونے کی علامت ہے۔

(الفضل 9 دسمبر 1939ء)

محترم پروفیسر ڈاکٹر پرویز پروازی صاحب

سلامتی کونسل اور مسئلہ کشمیر

سر ظفر اللہ خان کو خراج تحسین۔2اہم حوالے

کشمیر کا مسئلہ پہلے پہل بھارت والے ہی سلامتی کونسل میں لے کر گئے تھے مگر پاکستان کے مندوب سر ظفر اللہ خان صاحب کے سامنے ان کی کچھ پیش نہ گئی۔ اس بارے میں بہت کچھ لکھا جاچکا ہے۔ اس مضمون کے ذریعہ دو مفید حوالوں کو سامنے لانا مقصود ہے۔

پہلا حوالہ ماؤنٹ بیٹن کے پریس سیکرٹری ایلن کیمپبیل جانسن کا ہے جو ان کی کتاب ''مشن ود ماؤنٹ بیٹن'' Mission With Mountbatten سے لیا گیا ہے۔ گورنمنٹ ہاؤس نئی دہلی میں ہونے والی 17 فروری 1948ء کی سٹاف میٹنگ کی روداد لکھتے ہوئے لکھتے ہیں:

ہماری سٹاف میٹنگ میں ماؤنٹ بیٹن نے کشمیر کی مایوس کن صورتحال کا جائزہ لیا۔ اس مسئلے کو اقوام متحدہ میں لے جانے سے کم از کم فوری جنگ کا خطرہ تو ٹل گیا تھا مگر ایک نیا خطرہ ابھر رہا ہے جس کی حقیقت کو جاننا یہاں ہمارے لئے تو آسان ہے مگر لندن کی حکومت یا لیک سیکسیس میں موجود مندوبین کے لئے سمجھنا بہت مشکل ہے۔ حکومت ہند اور سیاسی لحاظ سے بیدار لوگوں کے ذہن میں بہت سے خدشات جنم لے رہے ہیں۔ جنہیں مجموعی حیثیت سے دیکھا جائے تو انڈیا اور برطانیہ کی حکومتوں کے خوشگوار تعلقات میں بہت بری طرح رخنہ پیدا ہوسکتا ہے۔ پہلی بات تو یہی ہے کہ اقوام متحدہ اس بنیادی مطالبے ہی کے منظور کرنے میں تاخیر اور تعویق کر رہی ہے کہ کشمیر پر باہر سے حملہ کیا گیا ہے اور اس بات پر یہاں بڑی تشویش کا اظہار کیا جا رہا ہے امریکی اور برطانوی مندوبین وارن آسٹن اور نوئیل بیکر، نامعلوم وجوہات کی بنا پر شرمناک طور پر پاکستان کے حق میں ہیں۔ اس کا لازمی اور قدرتی نتیجہ مایوسی ہے ایک ہفتہ پہلے نہرو نے اپنے وفد کو مشورے کے لئے واپس بلانے کا حکم جاری کر دیا تھا اور امید ہے یہ وفد دوبارہ ترتیب دیا جائے گا۔

ادھر تعلقات عامہ کے میدان میں ہماری کارکردگی میری توقعات سے کہیں بڑھ کر مایوس کن ہے۔ پریس والوں کو مجبور کر کر کے آئینگر کی تقریروں کے بڑے بڑے نہ ہضم ہونے والے حصے چھاپنے پر مجبور کیا گیا تھا اور وہ بھی جب ان تقریروں پر کئی کئی دن گزر چکے تھے۔ شیخ عبداللہ کی شخصیت اور لیک سیکسیس کے طریق کار میں ہم آہنگی پیدا نہ ہوسکی اور اس کا ہندوستانی وفد کو بڑا نقصان اٹھانا پڑا۔ مزید برآں **پاکستان کے مندوب ان کے وزیر خارجہ ظفر اللہ خان تھے جو اقوام متحدہ کے روزمرہ کا وسیع تجربہ رکھتے تھے اور کئی بار اس کا کامیاب تجربہ کر چکے تھے وہ اس میدان میں جتنے شائستہ رواں تھے بھارت کے مندوب اتنے ہی الجھے ہوئے اور ناموزوں تھے!''** (ص287,286)

دوسرا حوالہ شیخ محمد عبداللہ کی ''آتش چنار'' کا ہے۔ شیخ صاحب ریاست کشمیر کی نیشنل کانفرنس کے راہنما تھے اور ہندوستان سے الحاق کا اعلان کرنے کے بعد مہاراجہ کشمیر نے انہیں وزیر اعظم مقرر کیا تھا۔ آپ ہندوستان کے اس وفد کے رکن تھے جو جنوری 1948ء میں اقوام متحدہ کے اجلاس میں شرکت کے لئے بھیجا گیا تھا۔ شیخ صاحب کا بیان انہی کے الفاظ میں سنئے۔

ہندوستان کی طرف سے مقدمہ پیش کرنے کے لئے پہلا وفد گوپال سوامی آئینگر کی قیادت میں روانہ ہوا۔ پاکستانی وفد کی قیادت وزیر خارجہ چوہدری سر ظفر اللہ خان کر رہے تھے۔ مجھے بھی ہندوستانی وفد میں شامل کیا گیا۔ میرے لئے سمندر پار جانے کا پہلا موقعہ تھا۔ **سر ظفر اللہ خان ایک ہوشیار بیرسٹر تھے انہوں نے بڑی ذہانت اور چالا کی کا مظاہرہ کر کے ہماری محدود سی شکایت کو ایک وسیع مسئلے کا روپ دے دیا** اور ہندوستان و پاکستان کی تقسیم کے سارے پُر آشوب پس منظر کو اس کے ساتھ جوڑ دیا۔ ہندوستان پر لازم تھا کہ وہ اپنی شکایت کا دائرہ کشمیر تک محدود رکھتا لیکن وہ سر ظفر اللہ کے پھیلائے ہوئے جال میں پھنس کر رہ گیا اور اس طرح یہ معاملہ طول پکڑ گیا بحث بحثی کا سلسلہ ایسا شروع ہوا کہ ختم ہونے ہی میں نہ آتا تھا۔ ہمارے کان پک گئے اور ہمارا قافیہ تنگ ہونے لگا **ہم چلے تو مستغیث بن کر تھے لیکن ایک ملزم کی حیثیت میں کٹھہرے میں کھڑے کر دیئے گئے۔**

گوپال سوامی آئینگر بہت قابل اور جہاں دیدہ منتظم تھے لیکن وکیلوں کی چالاکیوں سے بے بہرہ تھے مجھے بھی سلامتی کونسل نے اپنا عندیہ بیان کرنے کی دعوت دی۔ انہوں نے یہ دعوت اچانک پیش کی اور میں اس کے لئے تیار بھی نہ تھا میں اس دن بخار میں مبتلا تھا لیکن مجبوری تھی جو کچھ میں زبانی کہہ سکتا تھا کہا بعد میں پتہ چلا کہ یہ ظفر اللہ خان کی شطرنج بازی کا نتیجہ تھا کہ وہ اچانک مجھ سے تقریر کروا کر میری پوزیشن سلامتی کونسل کے ممبروں میں گرانا چاہتے تھے بہرحال میں نے تقریر کی جو گھنٹہ بھر تک جاری رہی۔ (آتش چنار ص473)

ظفر اللہ خان نے فقرہ کسا کہ میں جواہر لال کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی ہوں! میں نے جواب دیا کہ مجھے جواہر لال کی دوستی پر فخر ہے اور آپ کو یہ بات نہیں بھولنی چاہیئے کہ جواہر لال کے ساتھ میرا خون کا رشتہ ہے اور خون خون ہوتا ہے اور پانی پانی (ص474)

شیخ صاحب نے فقرہ کسنے کا الزام سر ظفر اللہ پر لگایا ہے جو سراسر قرین قیاس نہیں کیونکہ سر ظفر اللہ جیسے عالمی مدبر کو ایک بے حیثیت کٹھ پتلی مدبر پر آوازہ کسنے کی کیا ضرورت تھی اور ایسا کرنا سر ظفر اللہ کی طبیعت کے بھی خلاف ہوتا البتہ مسٹر سیتلواڈ نے بحث کرتے ہوئے سر ظفر اللہ کے خلاف درشت زبان استعمال کی۔ سر ظفر اللہ خان نے تحدیث نعمت میں لکھا۔ میں نے اپنی جوابی تقریر میں صرف اتنا ہی کہا کہ جناب صدر و اراکین پچھلے اجلاس میں میرے فاضل دوست مسٹر سیتلواڈ نے اپنی تقریر میں میرے خلاف کچھ درشت الفاظ استعمال کئے تھے ان کے متعلق مجھے یہ کہنا ہے کہ میں مسٹر سیتلواڈ کو عرصہ سے جانتا ہوں جب میں ہندوستان کی فیڈرل کورٹ کا جج تھا تو مجھے بارہا ان کے دلائل سننے کا اتفاق رہا میری رائے میں مسٹر سیتلواڈ ہندوستان کے قابل ترین وکیل ہیں اور درشت کلامی ان کا شعار نہیں اس موقع پر ان کے مؤقف کی کمزوری کو جانتے ہوئے میں ان کی مشکلات کا اندازہ کرسکتا ہوں مسٹر سیتلواڈ کی درشت کلامی ایک استثنائی صورت تھی جو قابل اعتنا نہیں!

(تحدیث نعمت ص547)

جناب شیخ محمد عبداللہ نے اپنے مؤقف کی کمزوری کو اپنے بخار سے ڈھانپنے کی کوشش کی ایلن کیمپبیل جانسن نے ہندوستان کے مؤقف کی کمزوری کو نوئیل بیکر اور وارن آسٹن پر الزامات لگا کر چھپانے کی کوشش کی مگر حقیقت ظاہر ہو کر رہی۔

شیخ محمد عبداللہ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تو وقت گزر چکا تھا ان کے پاس سوائے پچھتاوے کے اور کچھ نہیں تھا۔ یہ روداد بھی بڑی دلچسپ ہے۔ لکھتے ہیں:

جب یہ مسئلہ پیش ہوا کہ الحاق کے متعلق تجویز پاس کی جائے اس وقت ہم نئی دہلی میں وزیر اعظم کے کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے میرے ساتھ بخشی غلام محمد بھی اس میٹنگ میں موجود تھے آئینگر کی زبان سے یہ الفاظ نکلنے کی دیر تھی کہ پنڈت جی پر اپنے مشہور زمانہ غصے کا دورہ پڑا وہ فرط غضب سے لال پیلے ہو گئے اور کہنے لگے ایسا کرنے کی میں ہرگز اجازت نہیں دے سکتا۔ کیونکہ اس طرح ہندوستان کی عزت خاک میں مل جائے گی۔ ہم نے بار بار بین الاقوامی سٹیج پر ہندوستان اور خود کشمیری عوام کے سامنے اس بات کا یقین دلایا ہے کہ کشمیر کے مستقبل کا فیصلہ ایک آزادانہ اور غیر جانبدارانہ رائے شماری کے ذریعہ کیا جائے گا ان حالات میں ہم کیسے اپنے عہد و پیمان سے روگردانی کر سکتے ہیں اور دنیا کی طعن و تشنیع کا نشانہ بن سکتے ہیں۔ پنڈت جی اخلاقی سطح پر بالکل درست کہہ رہے تھے! 16 مئی 1953ء کو جب جواہر لال نہرو ہفتہ بھر کے لئے سرینگر آئے تو انہوں نے مجھے مشورہ دیا کہ میں آئین ساز اسمبلی کا اجلاس بلا کر ہندوستان کے ساتھ الحاق کی توثیق کرا دوں۔ اس وقت مجھے ان کی پہلی بات یاد آئی میں ان کے چہرے کے دلآویز کشمیری چہرے کے اتار چڑھا کو دیکھتا رہ گیا اور سوچنے لگا کہ ان کی اخلاقی عظمت کا جوہر اس چہرے کی تاریخ ساز جھریوں کے کس خوبصورت گرداب میں کھو گیا ہے! (ص544,545)

اس وقت شاید شیخ صاحب کو اپنا وہ ارشاد بھی یاد آ گیا ہوگا کہ خون خون ہوتا ہے اور پانی پانی اس کے بعد شیخ محمد عبداللہ نے پنڈت جواہر لال نہرو کے بارہ میں لکھا وہ اپنے آپ کو ناستک کہتے تھے لیکن وہ ہندوستان کے اس ماضی کے عاشق زار بھی تھے اور قصیدہ خواں بھی جس میں ہندو احیا پرستی اور ہندو افسوں کا راج تھا ان کی دریافت ہند! کبھی کبھی غیر شعوری طور پر ہی سہی کے ایم منشی اور دیانند سرسوتی جیسے ہندو احیا پرستوں کے نظریہ تاریخ کے قریب تر ہو جاتی ہے۔ وہ اپنی ذات کو اس قدیم سلطنت کو پھر سے قائم و دائم کرنے کا ایک ہتھیار Instrument سمجھتے تھے اور اسی لئے ان کی تصور پرستی میں میکاولی کی سیاستکاری اور شعبدہ بازی کے عناصر شامل ہوگئے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ مہاتما گاندھی جیسے اصول پسند عارف کا یہ چیلا بیک وقت قدیم ہند کے مشہور سیاست کار چانکیہ کا بے حد پرستار بھی تھا اور اس کی کتاب ارتھ شاستر! جس میں اس نے ریاست کی فریب کاری کے اصول بیان کئے ہیں جواہر لال نہرو کے اپنے اعتراف کے مطابق ان کے سرہانے پر رکھی ہوئی ہوتی تھی جواہر لال نے میکاولی طرز کی یہ سیاستکاری کشمیر میں ہمارے ساتھ برتی پاکستان کے ساتھ برتی اور بین الاقوامی سطح پر ہنگری اور دوسرے معاملات میں بھی اس کا مظاہرہ کیا! (ص351)

مزید فرماتے ہیں:۔

اپنی حیثیت اور مرتبے کو بچانے کے لئے جواہر لال دوستوں کو قربان کرنے میں کافی فیاض واقع ہوئے تھے! (ص566)

شیخ محمد عبداللہ کو اس بات کی سمجھ بہت دیر سے آئی باپ کے بعد بیٹی نے بھی شیخ صاحب سے وہی سلوک روا رکھا مگر شیخ صاحب کی سادہ لوحی نہ گئی۔ فرماتے ہیں میری سادہ لوحی دیکھئے کہ میں نے اس جھوٹی قسم پر اعتبار کر لیا اور اپنے گزشتہ تجربات کو پس پشت ڈال کر خلوص نیت کے ساتھ اشتراک پر آمادہ ہوگیا کچھ ہی عرصہ بعد مجھے اس غلطی کی تلخی کا از سر نو اندازہ ہونے والا تھا، اس روز پارلیمنٹ میں کشمیر اکارڈ کی دستاویزات پیش کی گئیں اور ایوان کے ہر حصے نے اسے ایک بہت اہم کارنامہ قرار دیا مسز اندرا گاندھی نے ٹیلیفون پر مجھے اکارڈ کی توثیق کی خبر سنائی اور مبارکباد دی لیکن رات کو آل انڈیا ریڈیو نے اپنی روایات کے مطابق اس اکارڈ کو کچھ ایسے یک رخے پن سے پیش کیا جیسے کانگریس پارٹی نے بڑا قلعہ فتح کیا ہو اور جیسے مرکزی حکومت نے اپنی طرف سے کوئی اقرار نہیں کیا تھا۔ میرا ماتھا ٹھنکا کہ اگر ابتدائے عشق میں ہی ایسے اعتماد شکنی سے کام لیا گیا تو آگے کیا پیش آئے گا۔ دوسرے دن صبح دہلی ریڈیو نے اپنی چابک دستی کو مکرر کر دیا اور میرے اندیشوں کو کچھ اور تقویت حاصل ہوگئی!

(آتش چنار ص842,841)

جناب شیخ محمد عبداللہ کا یہ اعتراف اس بات کی دلیل ہے کہ اگر سر ظفر اللہ خان نے ان پر کٹھ پتلی ہونے کا الزام لگایا بھی تھا تو وہ کتنا صحیح تھا اور شیخ صاحب کی قوم آج تک اس کی سزا بھگت رہی ہے۔

☆............☆............☆

عظمت رفتہ کی یادگار۔ پُرشکوہ ماضی کے آثار۔ خوبصورت مسجدیں اور مزار
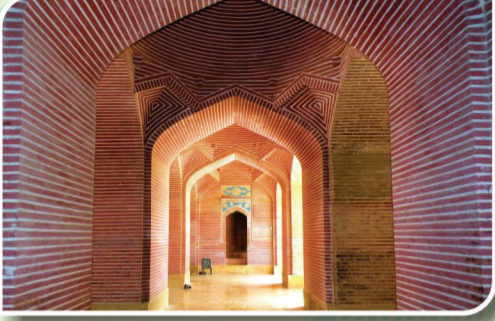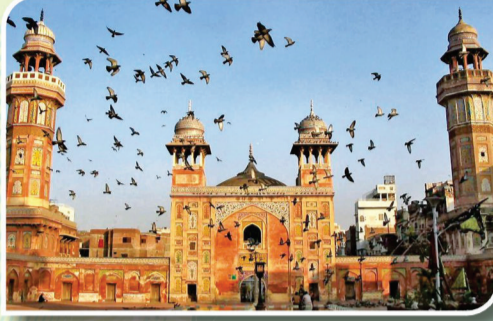
نور محل۔ بہاولپور

مسجد وزیر خان۔ لاہور

مسجد شاہجہان۔ ٹھٹھہ سندھ

اوچ شریف میں موجود ایک مزار

موہٹہ محل میوزیم

قلعہ دراوڑ۔ چولستان

قلعہ رہتاس۔ جہلم

کٹاس۔ چکوال

تخت بھائی۔ مردان

قلعہ بلتیت۔ ہنزہ

موئن جودڑو کے کھنڈرات

فیض محل۔ خیرپور سندھ

لاہور میوزیم

نمک کی کان۔ کھیوڑہ

گھنٹہ گھر۔ ملتان

تاریکیوں کے بوجھ کو سر سے اتار دے
اے صاحب شعور وطن کو نکھار دے

قابلِ دید مقامات۔وادیاں۔جھرنے۔جھیلیں۔کوہسار۔برف زار
سیاحوں کی جنت۔آنکھوں کی فرحت۔روح کی طراوت

وادی کشمیر کا خوبصورت منظر

آنسو جھیل۔ناران

مہوڈنڈ جھیل۔سوات

سیف الملوک جھیل۔وادی کاغان

شنگریلا جھیل۔سکردو

جنت نظیر وادی ہنزہ

لولوسر جھیل۔وادی کاغان

بنجوسہ جھیل۔آزاد کشمیر

دودی پت جھیل۔وادی کاغان

کچورا جھیل۔سکردو

فیری میڈوز۔نانگا پربت

وادی مری

دریائے پونچھ۔کشمیر

وادی ہنزہ کا ایک نظارہ

فیری میڈوز جانے کا ایک راستہ

تیرے دریاؤں کو کوہساروں کی عظمت کو سلام
منجمد برف کو نظاروں کو پربت کو سلام

مکرم ماسٹر برکت علی صاحب

میں نے پاکستان بنتے دیکھا

ہوشیار پور سے واہگہ تک کا خون آشام سفر

14راگست 1947ء کو میری عمر تقریباً تیرہ سال تھی۔میری پیدائش ضلع ہوشیار پور کے گاؤں جلووال اکھنور میں ہوئی۔ میں ایک اینگلو آریہ مڈل سکول پٹی میں جماعت ششم میں زیر تعلیم تھا۔اس سکول میں تمام اساتذہ ہندو اور سکھ تھے۔ ہمارے گاؤں کا فاصلہ شہر ہوشیار پور سے آٹھ دس کوس کا تھا سورج کے طلوع ہونے کے ساتھ ہی ہم سکول کے لئے روانہ ہوتے تھے۔راستہ بھی دشوار گزار تھا۔ان دنوں دیہاتی علاقہ ہونے کی وجہ سے نہ کوئی بس، ٹانگہ تھا اور نہ ہی کوئی سائیکل تھی۔صرف ایک سکھ لڑکے کے پاس ایک سائیکل تھی لیکن راستہ سائیکل چلانے کے قابل نہ تھا۔کیونکہ راستہ ریتلا اور ٹیلوں والا تھا۔شومئی قسمت سے اگر سائیکل کبھی پنکچر ہو جاتی تھی تو پھر اسے جان کے لالے پڑ جاتے تھے۔ راستہ میں کوئی پانی کا ذریعہ نہ تھا۔مغرب پر ہم اپنے گاؤں پہنچتے تھے۔

ہمارے گاؤں میں کوئی زنانہ، مردانہ، پرائمری، مڈل سکول نہیں تھا اور نہ ہی کوئی ہائی سکول تھا۔ان دنوں تعلیم حاصل کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف تھا۔شرح خواندگی نہ ہونے کے برابر تھی۔ ہمارے والدین بالکل ان پڑھ تھے۔ ہماری دس گھماؤں زرعی زمین تھی جو کہ سکھوں کو ٹھیکے پر دی ہوئی تھی۔ کیونکہ والد صاحب عمر رسیدہ تھے۔ ہمارے گاؤں کی اکثر آبادی سکھوں پر مشتمل تھی۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کی آبادی بہت کم تھی اور وہ بھی گاؤں کے ایک طرف ایک محلے میں تھی۔ مسلمانوں، سکھوں اور ہندوؤں کی بود و باش مشترکہ تھی۔سب اکٹھے مل کر رہتے تھے۔ مگر ہندو لوگ اپنے گھروں میں مسلمان بچوں کو داخل نہیں ہونے دیتے تھے۔مبادا گھر بھرشٹ ہو جائے۔لوگ اپنی ضرورتیں تبادلہ جنس سے پوری کیا کرتے تھے۔ ہمارے ہاں نہری نظام نہیں تھا۔ بارانی علاقہ تھا۔ کنویں اکثر گہرے اور ویران تھے۔

گاؤں میں ایک چھوٹی سی ویران مسجد تھی۔ میں نے اپنی زندگی میں کبھی کسی مسلمان کو اس مسجد میں نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔عیدوں کا ذکر بڑی دور کی بات تھی۔مشرقی پنجاب ضلع ہوشیار پور کے آریہ مڈل سکول میں جماعت ششم میں داخل ہوا ہی تھا اور غالباً موسم گرما کی تعطیلات تھیں۔معلوم ہوا کہ برصغیر ہند تقسیم ہونے جا رہا ہے۔ بوجہ کمسن اور لاعلم ہونے کے شعور نہ تھا کہ یہ کیا ہونے والا تھا۔ریڈیو اور اخبار بھی میسر نہ تھے۔گویا ہم ایک تاریک دنیا میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ہم سن رہے تھے کہ مسلمانوں کا ایک لیڈر محمد علی جناح مسلمانوں کے لئے ایک علیحدہ خطہ حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔محمد علی جناح کو قائداعظم کا خطاب بھی بعد میں دیا گیا۔ قائداعظم محمد علی جناح نے ایک نعرہ لگایا کہ مسلمانوں کے لئے ایک علیحدہ خطہ ہونا چاہئے لیکن قائداعظم کو اس کوشش میں بہت مشکلات اور رکاوٹیں پیش آئیں۔ قائداعظم دھن کے پکے اور اصول پسند تھے اپنے مطالبات کے حق میں سخت گیر تھے۔آخر ان کی کوششیں رنگ لائیں اور پاکستان کے مطالبے کو انگریزوں نے تسلیم کیا اور یہ خبر دور دراز دیہاتوں میں دیر سے پہنچی۔اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان ذہنی طور پر نئے حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار نہ ہوسکے تھے۔ ماحول میں تناؤ اور کشیدگی پیدا ہونا شروع ہوگئی۔

حالات اتنے خراب ہونے شروع ہوگئے کہ مسلمان عدم تحفظ کا شکار ہونے لگے۔ہمیں زیادہ خطرہ گردونواح کے سکھوں سے تھا۔ رات ہوتے ہی سکھ جتھوں کی صورت میں نعرے لگانے شروع کر دیتے تھے کہ ست سری اکال جو بولے سو نہال۔ رات کی تاریکی میں یہ نعرے بہت مہیب ہوتے تھے۔ یہ بھی سننے میں آتا تھا کہ جہاں کچھ دیہات مسلمانوں کے تھے وہاں انہوں نے نہتے ہونے کے باوجود حتی المقدور مقابلہ کیا اور کچھ گاؤں میں بہت قتل عام ہوا۔ایک گاؤں سسولی کے لوگ اپنی جان بچانے کے لئے ایک خشک ندی میں چھپ گئے تھے۔کسی طرح سکھوں کو خبر ہوگئی کہ مسلمان ندی میں چھپے ہوئے ہیں انہوں نے بڑی بے دردی سے قتل کر دیا۔ اس میں بچے، عورتیں، جوان اور بوڑھے سبھی شامل تھے۔ بعد میں مجھے پتہ چلا کہ اس میں میرے پرائمری سکول کے دو استاد فتح دین اور عمر دین بھی قتل ہوگئے ہیں۔ بدقسمتی یہ تھی کہ ہمارے گاؤں یا نزدیک دور کے کسی گاؤں کے لئے کوئی پولیس تھانہ یا چوکی نہ تھا ہم بے بس اور لاچار تھے۔ خدا تعالیٰ کے بھروسہ پر غیبی امداد کے منتظر تھے۔

اس گومگو کی حالت میں ایک دن چند معزز سکھ مسلمانوں کے پاس آئے اور کہا کہ ہم نے (سکھوں نے) فیصلہ کیا ہے کہ حکومت نے ایک گاؤں (بی بی دی پنڈوری) میں مہاجر کیمپ قائم کیا ہے تمہیں وہاں بحفاظت پہنچا دیا جائے اور تمہیں تیاری کے لئے ایک دن دیا جاتا ہے اور اپنے گھروں سے جو جو چیز لینا چاہیں لے لیں اور تیار ہو کر تکیہ پر جہاں کہ پیپل کا ایک بہت بڑا درخت اور مسجد تھی آ جائیں۔ ہم تمہیں اپنی حفاظت میں کیمپ میں پہنچا دیں گے۔

ہمارے خاندان کا مسئلہ یہ تھا کہ ہمارا گھرانہ اس علاقہ میں اکیلا احمدی تھا بلکہ چاروں طرف دور دور تک کوئی احمدی گھرانہ نہ تھا۔والدین ضعیف چار چھوٹے بچوں کا ساتھ، والد صاحب تو پیدل سفر کرنے کے قابل نہ تھے۔ والدہ صاحبہ پھر بھی پیدل چل لیتی تھیں۔ چار بچوں میں دو چھوٹی بہنیں اور دو چھوٹے بھائی تھے۔ ہمارے ساتھ صرف ایک بڑا بھائی مرزا نورالدین تھا۔ اتفاقاً بڑا بھائی لاہور سے ہمیں ملنے کے لئے گاؤں آیا ہوا تھا۔ یوں سمجھ لیجئے کہ قدرت نے انہیں ہماری مدد کے لئے لاہور سے بھیجا تھا۔ ایک بڑا بھائی محمد دین مدراس میں تھا اور ایک منجھلا بھائی محمد شریف پہلے ہی لاہور میں تھا۔ قارئین ہماری مشکلات کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

ہمارے والد صاحب سندھی خان کو گاؤں میں معزز اور قابل احترام خیال کیا جاتا تھا۔ والد صاحب کے گاؤں کے سکھ سرداروں سے بڑے اچھے مراسم اور تعلقات تھے۔سکھوں نے والد صاحب کی صحت کے پیش نظر سواری کے لئے ایک گدھے کا انتظام کر دیا۔قارئین تصور کر سکتے ہیں کہ ہم گھروں سے کون سا اور کس قدر سامان اٹھا کر 3 یا 4 کوس کا پیدل سفر کر سکتے تھے۔ پس مختصر سا سامان از قسم نقدی، برتن، آٹا اور بستر لے کر تکیہ پر آ گئے اور گھروں کو کھلا چھوڑ کر حسرت بھری نظروں سے خدا حافظ کہہ کر چل پڑے۔ ماحول یکسر تبدیل ہوگیا اور نفسانفسی کا عالم ہوگیا۔ ہمدردیاں، محبت اور پیار ختم ہوگیا۔ ایک قافلے کی شکل میں نامعلوم منزل کی طرف چل پڑے، ڈیڑھ دو گھنٹے کی مسافت کے بعد ہم بی بی دی پنڈوری کیمپ پہنچے۔ لوگوں نے چادروں اور کھیسوں سے خیمے کھڑے کر لئے۔ یہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ کیمپ کی حفاظت کے لئے ڈوگرہ فوج آئی ہوئی ہے۔ رات ہم نے ایک آدمی مادھو رام کے پاس گزاری جس نے ہماری والدہ کی زمین پر اینٹوں کا بھٹہ لگا رکھا تھا۔وہ بڑی خندہ پیشانی سے پیش آیا۔ غالباً 36 گھنٹے بعد ہمیں حکم ہوا کہ اگلے سفر کے لئے تیار ہو جائیں۔ اگلا پڑاؤ (سیداں دی بسی) ایک گاؤں تھا۔ یہ گاؤں پہلے ہی خالی ہو چکا تھا۔ دوسرے دن پھر ہمیں اگلے سفر کی تیاری کا حکم ملا اور 7,6 گھنٹے کے سفر کے بعد نسرالا گاؤں پہنچے۔

(نوٹ) والد صاحب قافلہ کے ساتھ سفر نہ کرتے تھے بلکہ بعد میں دیگر بوڑھوں وغیرہ کے ساتھ سرکاری انتظام کے تحت سفر کیا کرتے تھے۔

نسرالہ ایک رات قیام کیا۔اس سفر کی وجہ سے بچوں اور عورتوں کی حالت قابل رحم ہو رہی تھی اور ان کا کوئی پُرسان حال نہ تھا۔کئی افراد اس سفر کی صعوبت کی وجہ سے موت کی آغوش میں چلے گئے۔ بہت ہی تکلیف دہ حالات درپیش تھے۔راستے میں کھانے پینے کا مسئلہ، کھانا پکانا، لکڑیوں کا مسئلہ، پانی کا مسئلہ اس صورتحال کے پیش نظر لوگوں کے ہاتھ میں جو چیز آتی تھی بے دریغ استعمال کرتے تھے۔

اگلے دن پھر کوچ کا حکم ملا۔اس وقت ہلکی ہلکی بونداباندی ہو رہی تھی۔ بطور خاص سفر کا یہ حصہ بہت ہی تکلیف دہ اور دلخراش تھا۔کیونکہ اس میں عجیب و غریب واقعات رونما ہوئے جیسا کہ میں نے بتایا ہے کہ ہلکی ہلکی بونداباندی ہو رہی تھی۔ پھر اس میں ذرا تیزی آ گئی۔سروں پر جو سامان تھا بھیگ گیا اور جو بستر 5 یا 10 سیر کا تھا وہ بھیگ جانے کی وجہ سے 10 اور 20 سیر کا بن گیا۔سفر ناقابل برداشت ہوگیا۔ علاوہ ازیں موسم میں تبدیلی کی وجہ سے ٹھنڈک ہوگئی اور بہت جانی نقصان ہوا۔

راستے میں ایک ایسا منظر دیکھا جو ناقابل فراموش تھا۔ایک بچے کی پیدائش کا وقت آ گیا اور ماں کے لئے قافلے کے ساتھ سفر جاری رکھنا ناممکن ہوگیا۔آخر اس نے ایک محفوظ جگہ تلاش کی اور فارغ ہوئی۔ بچے کو وہیں پھینکا اور قافلہ کے ساتھ شامل ہوگئی۔اگلا پڑاؤ ایک جگہ جس کا نام چوہڑ والی تھا جو کہ جالندھر گڑھا چھاؤنی سے 8 کوس پیچھے تھا۔ یہاں بہت ہی بھیانک حالات رونما ہوئے۔سفر کی صعوبتوں، بھوک، پیاس اور موسم کی تبدیلی کی وجہ سے بہت اموات ہوئیں۔ چوہڑ والی میں زیادہ بارش کی وجہ سے ہر جگہ پانی ہی پانی نظر آتا تھا۔ لاشیں پانی میں تیر رہی تھیں۔انہیں سنبھالنے والا کوئی نہ تھا۔خوراک کی بہت کمی ہوگئی، چوہڑ والی میں ہم نے کسی طرح گیلی گندم حاصل کی اسے بھون کر استعمال کیا۔

اس جگہ میرے ساتھ یہ حادثہ پیش آیا۔مغرب کا وقت ہو رہا تھا۔نہ جانے کس طرح ہم (میں خود اور میری چھوٹی بہن) دوسرے خاندان سے بچھڑ گئے۔ میں نے اپنی بہن کو کہا تم اس چھکڑے کے نیچے رہنا میں دوسرے افراد کو تلاش کر کے لاتا ہوں۔ بہن کے پاس ایک صندوقچی میں کپڑے، زیور اور روٹیوں کا ڈبہ تھا۔چھکڑے والے نے میری بہن سے پوچھا کہ اس صدوقچہ میں کیا ہے؟ میری بہن نے جواب دیا کہ اس میں میرے کپڑے ہیں اور بڑی سمجھداری سے اس کی حفاظت کی۔اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہم پھر مل گئے۔ خاکسار بتا چکا ہے کہ والد صاحب قافلے کے ساتھ سفر نہ کیا کرتے تھے بلکہ وہ بعد میں سرکاری انتظام کے تحت ٹرک میں آیا کرتے تھے۔نسرالہ میں والد صاحب ہم سے الگ ہوگئے تھے چوہڑ والی کیمپ میں ہمیں نہ مل سکے۔ 3 یا 4 دن کے بعد ہمیں حکم ملا کہ قافلہ گڑھا چھاؤنی (یہاں سے ریلوے کی لائن نکودر کو جاتی ہے) جالندھر کے لئے روانہ ہوں۔ چنانچہ گڑھا چھاؤنی پہنچ کر برلب سڑک ہمیں کیمپ لگانے کا حکم ملا۔ ہم نے وہاں خیمہ لگا دیا نزدیک ہی ریلوے پٹڑی گزرتی ہے۔ والد صاحب کو ہم سے بچھڑے ہوئے کافی دن ہو چکے تھے۔کسی حد تک ہم ان کی زندگی سے مایوس ہو چکے تھے۔اس کے باوجود میں اور بڑا بھائی مرزا نورالدین والد کی تلاش میں چل نکلے۔ ابھی امید کی ایک کرن تھی کہ شاید والد صاحب مل جائیں قافلہ کافی دور تک سڑک کنارے

پھیلا ہوا تھا۔ کافی کوشش کے بعد ایک خیمے میں بیٹھے ہوئے والد کو دیکھ کر ہمیں شک پڑ گیا۔ نزدیک گئے تو والد صاحب تھے۔ ہماری خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا۔ ہم نے ان خیمے والوں کا تہہ دل سے شکریہ ادا کیا اور بھائی نے والد صاحب کو اپنی کمر پر بٹھا لیا اور ہم اپنے خیمہ میں آ گئے۔ والد صاحب کی حالت بہت خراب تھی۔ کپڑے میلے، سر اور کپڑوں میں جگہ جگہ جوئیں پڑی ہوئی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے والد صاحب کو ایک نئی زندگی عطا کی۔ میں لاشعوری طور پر گڑھا شہر گیا۔ بڑی شاندار اور سر بفلک عمارات دیکھیں۔ بہت ہی امیر شہر دکھائی دیتا تھا۔ لیکن ویران اور کھنڈرات میں تبدیل حسرت کا نظارہ پیش کر رہی تھیں۔

دو تین دن کے بعد ہمیں بتایا گیا کہ یہاں سے ٹرین پر سوار ہو کر پاکستان جائیں گے۔ ٹرین لگ گئی جو کہ کافی لمبی تھی۔ ہر شخص کی خواہش تھی کہ اس ٹرین میں سوار ہو جائے۔ مبادا پیچھے رہ کر پریشانی اور تکلیف اٹھانی پڑے۔ حتیٰ کہ ٹرین کے ڈبوں میں اور چھت پر اور نیچے لوہے کی سلاخوں پر لوگ سوار ہو گئے۔ ہمارے ساتھ یہ حادثہ پیش آیا کہ ہم نے ایک ڈبہ میں بیٹھنے کی کوشش کی۔ لیکن جگہ کی کمی کی وجہ سے میں اور والد صاحب پچھلے ملحق ڈبہ میں سوار ہو گئے۔ انجن نے سیٹی دی اور گاڑی نے حرکت کرنے کی کوشش لیکن گاڑی میں بہت وزن ہونے کی وجہ سے انجن گاڑی کو نہ کھینچ سکا۔ گاڑی کو بہر صورت پاکستان جانا تھا اور لوگوں کو بھی نیچے نہیں اتارا جا سکتا تھا۔ بالآخر گاڑی کو آدھا کر کے لے جانے کی تجویز ہوئی۔

شومئی قسمت ہمارا خاندان پہلے چلا گیا اور ہم پیچھے رہ گئے۔ پھر اس کے بعد ہمارا ان سے رابطہ نہ ہو سکا۔ ہمیں کیا معلوم تھا کہ ہمارے ساتھ ایسا حادثہ پیش آ جائے گا ورنہ ہم کوئی صلاح مشورہ کر لیتے۔ بہرحال ٹرین روانہ ہوئی ہمارا ڈبہ انجن کے ساتھ تھا۔ ہمیں خدشہ تھا کہ امرتسر سٹیشن پر ہماری ٹرین پر سکھ حملہ نہ کر دیں۔ لیکن خدا تعالیٰ نے فضل کیا اور ڈرائیور نے امرتسر سٹیشن پر گاڑی نہ روکی اور ہم صحیح سلامت سٹیشن سے گزر گئے۔ ورنہ ہمیں اطلاع ملی تھی کہ امرتسر سٹیشن پر پہلے گزرنے والی گاڑیوں پر حملہ کیا گیا تھا۔ سورج ابھی اندر باہر تھا کہ ہم واہگہ سٹیشن پر پہنچے۔ یہاں ہمیں مسلمانوں کے نعرہ تکبیر کی آوازیں سنائی دیں جس سے پتہ چلتا تھا کہ ہم پاکستان کی زمین پر داخل ہو چکے ہیں اور یہ 9 ستمبر 1947ء کی تاریخ تھی۔

ہمیں معلوم نہ تھا کہ ہمارا منجھلا بھائی محمد شریف کہاں رہتا ہے۔ جبکہ وہ ہربنس پورہ چھاؤنی کے قریب گاؤں چنڈیاں میں رہتا تھا۔ ہمیں یہ بھی معلوم نہ تھا کہ ہمارا باقی خاندان کہاں اترا ہے۔ ٹرین ہربنس پورہ سے ہوتی ہوئی رائیونڈ لے گئی اب اندھیرا چھا چکا تھا۔ ہمیں کہا گیا کہ ٹرین خالی کر دو۔ رات ہم دونوں باپ بیٹے نے بے سروسامانی کی حالت میں پلیٹ فارم پر ایک بوسیدہ کمبل (نمدہ) میں گزاری۔ صبح والد صاحب نے کہا کہ لاہور کی طرف واپس چلیں۔ وہاں ہمارا ایک عزیزہ رشتہ دار عبداللہ جان آر۔اے بازار لاہور چھاؤنی میں رہتا ہے۔ رائیونڈ سے ہم مال گاڑی کے ذریعے میاں میر لاہور چھاؤنی پہنچے۔ اس وقت میری جیب میں ایک روپیہ نہ جانے کہاں سے نکل آیا۔ ٹانگہ پر سوار ہو کر ہم آر۔اے بازار لاہور چھاؤنی اپنے رشتہ دار عبداللہ جان کے پاس پہنچے۔ اللہ تعالیٰ اس کا بھلا کرے اور اسے غریق رحمت کرے۔ وہ بڑی خندہ پیشانی سے پیش آیا بلکہ میرے والد کو اپنی کمر پر بٹھا کر گھر لے گیا۔ ان کے گھر پہلے ہی پناہ گیروں کا رش تھا۔ بھائی کو اطلاع کر کے بلوایا۔ وہ ہمیں ایک سرکاری ٹرک میں سوار کر کے چنڈیاں لے گئے۔ چند دنوں کے بعد بھائی نورالدین بھی باقی افراد کے ساتھ چنڈیاں پہنچ گئے۔ دریافت کرنے پر بتایا کہ وہ منڈی مرید کے چلے گئے تھے شاید کوئی رہائش کا انتظام ہو جائے۔ لیکن تسلی بخش انتظام نہ ہونے کی وجہ سے ہم واپس آ گئے۔ یوں ہم پھر ایک دفعہ اکٹھے ہو گئے۔ والد صاحب بہت لاغر اور کمزور ہو چکے تھے۔ والد صاحب نے بتایا کہ کوئی ہندو مجھے کھانا دے جایا کرتا تھا۔

آخر والد صاحب نے مورخہ 30 نومبر 1947ء کو اپنے آپ کو جان آفرین کے سپرد کر دیا۔ چنڈیاں کے لوگوں نے مقامی قبرستان میں دفن کرنے کی سخت مخالفت کی احمدی ہونے کی وجہ سے مجبوراً باؤلی ڈیری کیمپ کے قبرستان میں سپرد خاک کر دیا۔

میری عمر اس وقت 80 سال سے زائد ہے۔ مقام شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں احمدیت پر قائم رکھا۔ گورنمنٹ کی ملازمت سے پنشن پانے کے بعد ایک اطمینان بخش زندگی گزار رہا ہوں اور اگلے دائمی سفر کا منتظر ہوں۔

اے وطن

اے وطن جب بھی تجھے میری ضرورت ہوگی
میری ہر سانس تحفظ کی ضمانت ہوگی

میں کہ اک راندۂ درگاہ ترا ٹھہرا ہوں
دیکھنا مجھ سے ہی اک دن تری زینت ہوگی

جاگزیں قائد اعظم کے ارادوں میں جو تھی
تیری عظمت کی ضمانت وہی قوت ہوگی

اب حقائق بھی بدلنے لگے یارانِ وطن
اس سے بڑھ کر کہاں توہین صداقت ہوگی

ذکر محبوب پہ کٹتی ہے زباں دیکھئے تو
یہ نہ سوچا تھا کہ اک روز یہ صورت ہوگی

جہاں مذہب ہو ریاکاری، عقیدہ ہو فریب
کیسے کہہ دوں کہ وہاں بارشِ رحمت ہوگی

ما سوا کذب و ریا کون خریدے گا اسے
سرِ بازار جو نیلام سیاست ہوگی

''مالک الملک'' کو روداد سناؤں گا وہیں
سنتے ہیں حشر میں بے لاگ عدالت ہوگی

اُس سے بڑھ کر ہے بھلا کون علیم اور خبیر
''میں اگر عرض کروں گا تو شکایت ہوگی''

ثاقب زیروی

تحریر: طارق مصطفیٰ صاحب
ترجمہ: مکرم زکریا ورک صاحب

ڈاکٹر عبدالسلام کا فخریہ کارنامہ۔ پاکستانی سپیس پروگرام

مکرم طارق مصطفیٰ صاحب پرنسپل انجینئر (ر) اٹامک انرجی کمیشن نے مکرم ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کے بارے ایک مضمون لکھا ہے جو کہ دی فرائی ڈے ٹائمز 30 مارچ 2012ء میں چھپا ہے۔ اس کا ترجمہ مکرم زکریا ورک صاحب نے کیا ہے۔ جو افادہ عام کے لئے پیش ہے۔

ستمبر 1961ء کی بات ہے جب میں اوک رج Oak Ridge میں واقع یو ایس اٹامک انرجی کمیشن لیبارٹری، (ریاست ٹینے سی، امریکہ) میں یو ایس ایڈ فیلو کے طور پر متعین تھا تو مجھے واشنگٹن سے فون آیا۔ فون کے دوسری طرف جس شخص نے اپنے آپ کو متعارف کرایا وہ کسی اور کی بجائے خود پروفیسر عبدالسلام تھے۔ انہوں نے فرمایا: دیکھو طارق یہ تمہارے لئے حیرانگی کا باعث ہو مگر تمہیں واشنگٹن جلد از جلد پہنچنا ہے تا میرے ساتھ ایک اہم میٹنگ میں شامل ہوسکو۔ انہوں نے مجھ پر واضح کر دیا کہ ان کو کوئی پرواہ نہیں کہ میں کس طرح وہاں پہنچتا ہوں، چاہے دوڑتے ہوئے یا ہچ ہائیکنگ کرتے ہوئے، لیکن ہر صورت میں مجھے وہاں فوراً پہنچنا تھا۔ اگلے روز علی الصبح میں پروفیسر عبدالسلام کے ہمراہ ناسا NASA کے نئے نکور ہیڈ کوارٹر میں تھا یعنی نیشنل ایرونا ٹکس اینڈ سپیس ایجنسی آف امریکہ۔

ہماری ملاقات ڈائریکٹر آف انٹرنیشنل ریلیشنز متحرک نوجوان، مسٹر آرنلڈ فروٹکن Arnold Frutkin سے ہوئی جس نے ہمارے استقبال کے معاً بعد ڈاکٹر عبدالسلام سے کہا کہ خوش قسمتی سے آپ صدر ایوب کے ہمراہ آئے ہیں جو کہ اس وقت امریکہ کے سرکاری دورہ پر ہیں۔ اور کچھ ہی روز قبل صدر کینیڈی نے اعلان کیا تھا کہ قبل اس کے کہ ساٹھ کی دہائی اختتام کو پہنچے امریکہ چاند پر انسان اتارے گا اور اس کو بحفاظت واپس لے کر آئے گا۔ ناسا کو ہدایت کی گئی تھی کہ وہ منصوبہ بندی مکمل کرے اور انہوں نے اس ضمن میں پوری مستعدی کیساتھ کام شروع کر دیا تھا۔ مسٹر فروٹکن نے وضاحت کی کہ یہ پروگرام پوری دنیا پر محیط ہوگا۔ ان کے راکٹ کو زمین کے محور میں رکھا جانا ہوگا قبل اس کے کہ یہ چاند کی جانب روانہ ہو اور اس کیلئے زمین کی اوپر کی فضا کے خواص کا جاننا ضروری تھا خاص طور پر ہوا کی رفتار اور بلندی پر ہوا کی سمت۔ انہوں نے مزید وضاحت کی کہ ناسا کے سائنسدانوں نے معلوم کیا ہے کہ بحر ہند کے ارد گرد جہاں تک ڈیٹا کا تعلق تھا وہ بلیک ہول تھا خاص طور پر اس تمام علاقے میں انتہائی اوپر کی فضا کے متعلق کسی قسم کا ڈیٹا موجود نہیں تھا۔ یہ چیز ناسا کے منصوبے کیلئے ناگزیر تھی۔ برطانوی قوم نے ہندوستان میں ایک سو فٹ اوپر تک میٹیر یولاجیکل ڈیٹا حاصل کر کے قابل تحسین کام کیا تھا، اور موسمی غبارہ 30 ہزار فٹ اوپر تک جا سکتا تھا، لیکن اس کے بعد کی فضا کے بارے میں بہت تھوڑی معلومات حاصل تھیں۔ اس صورت حال کے پیش نظر ناسا نے اس علاقہ کے چند ملکوں کا انتخاب کیا تھا کہ وہ راکٹ رینجز قائم کریں اور سائنسی تجربات بھی کریں۔ امریکہ ان ممالک کو لانچنگ آلات اور راکٹ مفت میں مہیا کریگا بشرطیکہ وہ ان تجربات سے حاصل ہونیوالے مفید ڈیٹا کو شیئر کریں۔ وہ جاننا چاہتا تھا کہ آیا پاکستان اس کام میں شرکت کا خواہش مند ہوگا۔

پروفیسر عبدالسلام نے میری طرف دیکھا اور پنجابی جوان کی پسندیدہ زبان تھی میں پوچھا: طارق کیہہ خیال اے؟ میں نے اردو میں جواب دیا: یہ تو جی ہمارا خواب پورا ہو جائیگا۔ اس دوران مسٹر فروٹکن ہماری طرف پوری توجہ سے دیکھ رہا تھا، وہ فوراً مطلب سمجھ گیا اور کہا: نوجوان کے چہرے سے عیاں ہوتا ہے کہ وہ رضامند ہے، کیا میں ٹھیک ہوں؟ پروفیسر سلام نے سر کی جنبش سے رضامندی کا اظہار کیا تو فروٹکن نے کہا تو اس صورت میں مزید وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے۔ انہوں نے تجویز کیا کہ ناسا کا ایک جہاز دوپہر ایک بجے واشنگٹن نیشنل ائر پورٹ سے والاپس آئی لینڈ رینج کیلئے روانہ ہو رہا تھا، جو کہ اٹلانٹک کوسٹ پر ڈی سی سے جنوب مشرق کی طرف 150 میل پر واقع تھا۔ میں کوشش کر کے نوجوان کو جہاز پر چڑھا دوں گا اور ہدایات جاری کردوں گا کہ راکٹ رینج کو کھلا رکھا جائے۔ اس کو وہاں مقام وقوعہ دکھا دیا جائیگا، لانچ کرنے کے آلات، راکٹ وغیرہ دکھائے جائیں گے نیز وہ تمام ساز و سامان جو تجربات کیلئے درکار ہوگا۔ نوجوان کل صبح واپس آسکے گا، اس جہاز پر سوار ہو جائے جو والاپس آئی لینڈ سے 8 بجے روانہ ہوگا، اس حساب سے وہ کل اس وقت واشنگٹن واپس آچکا ہوگا جس کے بعد ہم مرتب شدہ رپورٹ کی روشنی میں گفتگو کریں گے، یہ رپورٹ اس کو رات کے وقت لکھنا ہوگی اور اپنے ہمراہ لانا ہوگی۔

ناسا کے اس نوجوان متحرک ڈائریکٹر نے جو رفتار اس پروگرام کیلئے طے کی تھی یہ واقعہ اس کی بین مثال تھی۔ یہ اس زمانے میں ناسا کا خاص سٹائل تھا اور منزل مقصود تک پہنچنے کیلئے اس کی ضرورت تھی جس کا تعین صدر کینیڈی کر چکے تھے۔ یہ بات خاص اطمینان کا باعث ہے بلکہ فخر کا کہ پاکستان نے نہ صرف اس رفتار کو برقرار رکھا، بلکہ امریکہ کو خوش کن رنگ میں متعجب کر دیا جب ہم نے منصوبہ 9 ماہ میں مکمل کر کے سون میانی (بلوچستان میں ساحلی شہر، کراچی سے 145 کلومیٹر) کے مقام سے راکٹ سے کئے جانیوالے سوڈیم ٹریل sodium trail تجربات جون 1962ء میں کر دئے۔

اگلے روز میں (والاپس آئی لینڈ سے) واشنگٹن واپس آگیا، پروفیسر سلام سے ملاقات ہوئی اور مثبت رپورٹ ہاتھ میں تھامے ہم دونوں مسٹر فروٹکن سے ناسا کے دفتر میں ملاقات کیلئے حاضر ہوئے۔ وہ والاپس آئی لینڈ Wallops Island میں ناسا کے دفتر سے مثبت اشارے موصول کر چکے تھے۔ اس بنیاد پر وہ قائل ہو چکے تھے کہ پاکستان اس قسم کے کڑے کام سے اچھے رنگ میں نبرد آزما ہو سکے گا۔

مدت بعد پروفیسر سلام نے مجھے بتلایا کہ تین حصوں پر مشتمل رپورٹ جس میں ڈیزائن، رینج کی تعمیر، آلات کے حصول اور ان کا لگایا جانا، نیز عملے کی تربیت کی رپورٹ صدر ایوب کو پیش کی گئی تھی جنہوں نے اسے دیکھ کر مسرت کا اظہار کیا تھا۔ صدر پاکستان اس بات پر خوش تھے کہ پاکستان نے اتنی سرعت میں رپورٹ تیار کی تھی اور ارشاد فرمایا کہ پراجیکٹ پر کام سرعت سے شروع کر دیا جائے۔

ڈاکٹر عبدالسلام 27 سالہ نوجوان پر اس قسم کا محنت طلب کام کرنے پر کیسے اعتماد کر سکتے تھے؟

پروفیسر عبدالسلام سے میری ملاقات برطانیہ میں 1957ء میں ہوئی جب میں لندن یونیورسٹی سے میکینکل انجینئرنگ میں فرسٹ کلاس آنرز کے ساتھ گریجوایشن کر چکا تھا۔ پاکستان اٹامک انرجی کمیشن کا قیام 1956 کے لگ بھگ عمل میں آیا تھا۔ عبدالسلام جو اس وقت کیمبرج میں پروفیسر اور انرجی کمیشن کے آنریری ممبر تھے، لندن تشریف لائے تاکہ PAEC کے لئے اہل پاکستانی سائنسدان اور انجینئرز ریکروٹ کرسکیں۔ انٹرویو بورڈ تین افراد پر مشتمل تھا: پاکستانی ہائی کمشنر، پروفیسر عبدالسلام اور ایک برطانوی پروفیسر جس کو امپیرئیل کالج لندن میں نئے قائم شدہ نیوکلیئر انجینئرنگ ڈی پارٹمنٹ کا انچارج مقرر کیا گیا تھا۔ 17 امیدواروں میں سے جن کو شارٹ لسٹ کیا گیا تھا، صرف میں ہی تھا جس کو منتخب کیا گیا۔ یوں پروفیسر عبدالسلام کے ساتھ میری لمبی اور عزیز رفاقت کا آغاز ہوا جو کئی دہائیوں پر ممتد تھی اور ہم دونوں اچھے دوست بن گئے۔ ان کی فیملی نے 1966ء میں ہمیں پیرس میں وزٹ کیا جس وقت میں وہاں اگلے منصوبے پر مصروف عمل تھا۔

ڈاکٹر عشرت حسین عثمانی، آئی سی ایس آفیسر جن کو انرجی کمیشن کا پہلے ممبر مقرر کیا گیا اور پھر بعد میں چیئرمین، ان کے اور پروفیسر عبدالسلام کے مابین گہرا منصبی تعلق پیدا ہو گیا، اتنا کہ لوگوں نے ان کو عثمانی سلام بھائی بھائی کہنا شروع کر دیا۔ انہوں نے PAEC سٹاف کے ممبران کو لمبے لمبے کورسز پر بھیجنا شروع کر دیا تا گروپ لیڈرز تیار کئے جاسکیں۔ میں ان میں سے ایک خوش قسمت تھا جس کو دو سال کی ہینڈز آن تربیت کے لئے USAEC لیبارٹریز، اوک رج (ٹیناسی) بھیجا گیا تھا۔ یہ ان کچھ سالوں کے دورانیہ کی بات ہے کہ میرے لئے پروفیسر سلام سے ملاقات کے متعدد مواقع پیدا ہوتے رہے اور میرے دل میں ان کیلئے عزت متواتر بڑھتی رہی۔ ہم دونوں میں بہت اچھے مراسم پیدا ہو گئے جس کی وجہ سے میرے خیال میں پروفیسر سلام نے مجھ پر اعتماد کیا کہ میں اس قسم کے مشقت طلب منصوبے کو کما حقہ سرانجام دینے کا اہل ہوں گا۔

اگلا مرحلہ یہ تھا کہ جلدی سے ایک ٹیم تشکیل دی جائے۔ ہم نے ایک چھوٹی سی ٹیم جو ہرفن مولا تھی تشکیل دی جس میں الیکٹرانکس اور انسٹرومنٹیشن کا ماہر سلیم محمود بھی شامل تھا اور اس وقت اوک رج Oakridge (ٹینی سی) میں تھا۔ اس کے بعد پاکستان سے دو اور ممبر بھی شامل ہو گئے یعنی سکندر زمان اور اے زیڈ فاروقی، نیز مسٹر رحمت اللہ جو میٹیرولاجیکل ڈیپارٹمنٹ کا ڈپٹی ڈائریکٹر تھا۔ ہماری ٹیم والاپس میں ایک ہفتے میں تشکیل دی گئی تھی، جس نے پوری مستعدی سے کام شروع کر دیا جو کہ معمولی کامیابی نہیں تھی۔ امیریکنوں نے بلاتکلف اس بات کا اظہار کیا کہ پاکستانی اس کام کو سنجیدگی سے لے رہے تھے۔

چھ ماہ کا عرصہ یعنی ستمبر 1961ء سے لے کر مارچ 1962ء تک دونوں مقامات پر اضطراری کی کیفیت میں گزرا یعنی ورجینیا میں والاپس کے مقام پر جہاں ہماری ٹیم تربیت لے رہی تھی اور کراچی جہاں راکٹ رینج کا ڈیزائن، اس کے خدوخال، انفراسٹرکچر اور عمارتوں کا منصوبہ تیار کیا جا رہا تھا۔ یہ بات دلچسپی کا باعث ہے کہ سون میانی (بلوچستان) کے مقام کا انتخاب صدر ایوب نے خود کیا تھا۔ یہ رینج کراچی سے قریب تھی یعنی 50-40 میل مگر اس کے علاوہ یہ تمام ان شرائط پر پوری اترتی تھی جو اس قسم کی راکٹ رینج کیلئے ضروری ہوتی ہیں۔ میں نے کراچی اور واشنگٹن کے درمیان متعدد بار سفر کیا تا دونوں مقامات پر کام کی نگرانی کی جاسکے۔ ناسا کے عملہ نے ہمیں مطلع کیا کہ لانچر اور راکٹس نائیک اجکس Nike Ajax انٹی ائر کرافٹ ویپن سسٹم پر موجود تھے، جس کو سرپلس قرار دیا جا چکا تھا، اور اس کے تمام آلات کسی ڈپو میں پورے امریکہ میں مختلف سٹورز میں پڑے ہوئے تھے۔ ہمیں کہا گیا کہ ہمیں نائیک بوسٹر راکٹ اور کچھ کنٹرول انسٹرومینٹیشن وہاں سے لے جانے کی اجازت تھی۔ راکٹ کے پے لوڈ Payload کے طور پر سائنسی تجربہ کے متعلق فریقین کے مابین طے پایا کہ پہلا تجربہ ویپور ٹریل ایکسپیری منٹ Vapour Trail experiment ہوگا جو پاکستان اپنے خرچہ پر کرے گا۔

اس مکمل منصوبے کی تجویز ڈاکٹر عشرت عثمانی بذات خود صدر ایوب کے پاس لے کر گئے اور اس کی منظوری وزیروں اور ان کے فنانشنل ایڈوائزرز کی نارمل چھان بین کے بغیر دے دی گئی تھی۔ اشد عجلت کے پیش نظر یہ موقعہ محل کے عین مطابق تھا۔ امید یہ تھی کہ راکٹ رینج تیار ہو جائے اور تجربات مون سون موسم شروع ہونے سے قبل کر لئے جائیں جو کہ محکمہ موسمیات کے اندازوں کے مطابق جون 1962ء کے اوائل میں شروع ہونے والا تھا۔

ربوہ کا سب سے سستا سائیکل سٹور

ہر قسم کے سائیکل سہراب، ایگل، پیکو، چائنہ، شہباز (ماؤنٹین بائیک شاک ڈسک بریک، ایلومینیم رم) پرام، واکر، بے بی سائیکل اور سپیئر پارٹس کا با اعتماد مرکز

دکان: 047-6213652

طالب دعا: شیخ اشفاق احمد۔ شیخ نوید احمد۔ شیخ آفاق احمد / موبائل 0333-6704046 0333-6705040

کرسی پر بیٹھ کر صرف 1 منٹ کیلئے میجک سٹک پکڑیں اپنا Body Analysis بذریعہ کمپیوٹر حاصل کریں۔
بلحاظ قد وزن جسم اور پیٹ پر چربی کی مقدار HIP/WAIST تناسب کی صورتحال
BMI اور BMR بازوؤں اور ٹانگوں میں توازن کی کیفیت وٹامنز کی کمی بیشی
معدنیات MINERALS کی صورتحال یہ سب WHO کے مقرر کردہ معیار کے مطابق حاصل کریں

F.B ہومیوسنٹر فارکرانک ڈیزیز طارق مارکیٹ ربوہ
0300-7705078

MFC ایم ایف سی

فاسٹ فوڈ، برگرز، پیزا، BBQ پاکستانی اور چائنیز کھانے

MASTER FRIED CHICKEN

A Nice Place to Meet and Eat in

RABWAH

طالب دعا: بشارت احمد خان اقصیٰ روڈ ربوہ
047-6005115
047-6213223

Manufacturer & Exporters of Leather Gloves and Leather Accessories.

A Brand Serving the European Market for 30 Years through

Manufacturing & Export of Quality Leather Products.

we are manufacturer & Exporters of all Categories of Leather Gloves
We have our own Tanning and Stitching Units.
If you would like to take advantage of the Services that Billoo Trading Corporation has to offer your Company, Please go to our website at www.billooco.com
Thank. you. We look forward to hearing from you.
Best Regards.

MUAFFAR AHMAD / SAAD KHWAJA / AIZAZ KHWAJA
Billoo Trading. Crop. (est.1979)
P.O.Box 877,Sialkot 51310, Pakistan
Tel Off:+92524593756, Fax Off +92524592086
Cell No:+923338731113
Email:info@billooco.com
Web: www.billooco.com, www.leatherproducts.biz

اس لحاظ سے ہمارے پاس محض نو مہینے کا عرصہ تھا جس میں راکٹ رینج تعمیر کرنی تھی، عملہ کو تربیت دینی تھی، آلات کی خریداری کرنا تھی، ان کو کراچی جہاز سے بھیجنا تھا، آلات کو لگانا تھا، اور ٹیسٹنگ کرنا تھی۔ مجھے یہ بتلاتے ہوئے مسرت محسوس ہوتی ہے کہ مفوضہ ٹائم لائن کے اندر اندر یہ تمام کام شیڈول کے مطابق کرلیا گیا۔ ہندوستان نے تھمبا رینج کا پراجیکٹ ہمارے کچھ ماہ بعد شروع کیا لیکن وہ 1963ء سے قبل راکٹ لانچ نہ کرسکے۔ یعنی پاکستان کے ایک سال بعد کیونکہ وہ بیوروکریسی کے نارمل طریق کار سے نبرد آزما ہو رہے تھے۔

مارچ 1962ء کو امریکہ میں ہمارا کام پایہ تکمیل کو پہنچ گیا۔ ٹیم کے تمام افراد سون میانی منتقل ہوگئے، تمام آلات امریکہ سے بھجوا دئے گئے تھے۔ یہ بات دلچسپی کا باعث ہے کہ نازک اور حساس آلات میری ریمبلر کار Rambler کے بوٹ میں بحفاظت رکھ دئے گئے جو جہاز سے بھجوائی گئی تھی۔ یوں سون میانی آرمی رینجز میں ہمارا کام پوری مستعدی کے ساتھ شروع ہوگیا۔

اس منصوبے کی خاص بات یہ ہے کہ ہم لوگ دفتری اوقات کی پابندی نہیں کرتے تھے۔ ضرورت کے پیش نظر ہماری ٹیم دن رات بغیر وقت دیکھے کام میں منہمک رہتی تھی۔ ہماری ٹیم جوش اور ولولے سے چھلک رہی تھی، وقت بہت قلیل تھا، تمام کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا فرض تھا جس کی ٹارگٹ ڈیٹ جون کے شروع کی تھی اور ایسے نئے نئے (تکنیکی) کام پاکستان میں پہلی بار کئے جا رہے تھے۔

7 جون 1962ء کی اس فیصلہ کن شام (19:53pm) جب رہبر اول رات کے آسمان کی طرف پروقار انداز میں اڑتا ہوا (130km) گیا، تو پروفیسر عبدالسلام اور ڈاکٹر عثمانی کی خوشی کی انتہا نہ تھی جب وہ ٹیم کے تمام ارکان سے بغل گیر ہوئے۔ اگلے روز مجھے پروفیسر عبدالسلام کا ہاتھ سے لکھا ہوا نوٹ موصول ہوا جس میں انہوں نے ہماری کامیابی پر فخر وانبساط کا اعادہ کیا تھا۔ انہوں نے مزید لکھا: ''تم لوگوں نے ہمارے اولین اسلامی اسلاف کے شاندار کارناموں، اور ان کی اہم سائنسی کامیابیوں کی یاد کو تازہ کردیا ہے۔'' وہ یادگار دن ٹیم کے تمام ارکان کیلئے روز روشن کی طرح ان کی یادوں میں پیوست ہے۔''

(نیشنل سپیس اینڈ اپر اٹما سفیئر ریسرچ کمیشن SUPARCO کی بنیاد ڈاکٹر عبدالسلام، سائنسی مشیر صدر پاکستان کی سفارش پر 1961ء میں رکھی گئی، نیز وہ اس کمیشن کے چیئرمین اور بانی ممبر تھے۔ رہبر اول کی لانچ کے بعد ایشیا میں پاکستان تیسرا ملک اور دنیا میں دسواں ملک تھا جس نے ایسا راکٹ لانچ کیا تھا)۔

☆......☆......☆

مری اندھیر سی نگری میں روشنی کر دے

مرا وطن یہ مری جان سے بھی پیارا وطن
دکھوں کی زرد سیاہی میں کھو گیا ہے کہیں
غموں کے بار اُٹھائے ہوئے ہیں لوگ یہاں
لہو میں اپنے نہائے ہوئے ہیں لوگ یہاں
دلوں میں زخم ہیں آنکھوں سے اشک بہتے ہیں
ہم ایک آگ میں جھلسے ہوئے سے رہتے ہیں
کہیں پہ گولیاں لاشیں کہیں پہ بھوک کا راج
مرے وطن تری قسمت کو کیا ہوا ہے آج
یہ ظلمتیں یہ اندھیروں میں ڈوبتی صبحیں
میں سوچتا ہوں تو ہنستا نہیں ہوں باتوں میں
یہ آنسوؤں سے بلکتے یہ نیم پاگل لوگ
میں دیکھتا ہوں تو سوتا نہیں ہوں راتوں میں
ہر ایک موڑ پہ مقتل ہیں ذبح خانے ہیں
ہر ایک شہر میں نفرت کے تانے بانے ہیں
ضمیر مر گئے احساس کھو گئے کب سے
ہم اپنی روح سے مردار ہو گئے کب سے
لہو میں بہہ گئے انسانیت کے سارے غرور
دعا ہے درد میں ڈوبی یہ میرے رب کے حضور
خوشی کا راج ہو لوگوں کے زرد چہروں پہ
ہنسی ہو سجے گلابوں کے سرد چہروں پہ
مٹا دے نفرتیں دل میں محبتیں بھر دے
مری اندھیر سی نگری میں روشنی کر دے

بشارت محمود طاہرؔ

جب پاکستان بن گیا

پاکستان 14-اگست 1947ء کو دنیا کے نقشے پر اسلامی ملک کے نام سے معرض وجود میں آیا۔ اس کا طرز حکومت وفاقی ہے۔ اس کے ہمسایہ ممالک میں، عوامی جمہوریہ چین، افغانستان، ایران اور بھارت ہیں۔ کوہ ہندوکش، کوہ سلیمان، کوہ ہمالیہ اور کوہ قراقرم پاکستان کے مشہور پہاڑی سلسلے ہیں۔ جبکہ بڑے اور مشہور شہروں میں کراچی، لاہور، فیصل آباد، راولپنڈی، حیدر آباد، ملتان، گوجرانوالہ، پشاور، کوئٹہ، سرگودھا، گجرات وغیرہ ہیں۔ تھر، چولستان، تھل اس کے مشہور صحرا ہیں۔ اہم فصلوں میں گندم، چاول، گنا، کپاس، چنے، تمباکو اور مکئی ہیں۔ معدنیات میں قدرتی گیس، کرومائٹ، چونے کا پتھر، جپسم، یورینیم، پٹرولیم، کوئلہ، تانبا۔ جبکہ اہم صنعتوں میں چینی، سگریٹ، کپڑے، بناسپتی، دھاگہ، سیمنٹ، بلیڈ، کھاد، کاغذ، کھیلوں کا سامان وغیرہ ہیں۔

پاکستان کے بانی و گورنر جنرل قائداعظم محمد علی جناح۔ جبکہ قائداعظم کے مقبرے کا سنگ بنیاد یکم اگست 1960ء کو رکھا گیا۔

چودھری رحمت علی نے پنجاب کے پہلے حرف پ، سرحد کے رہنے والے افغان سے ا، کشمیر کا ک، سندھ کا س اور بلوچستان سے تان، کو آپس ملا کر لفظ پاکستان بنا کر تجویز کیا۔ جبکہ مکمل نام ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' 23 مارچ 1956ء کو رکھا گیا۔ جبکہ پاکستان کا نقشہ محمود عالم سہروردی نے بنایا تھا۔

اس کا قومی مذہب اسلام ہی ہے۔ جبکہ اس کا پہلا آئین 23 مارچ 1956ء کو نافذ ہوا۔

قومی پرچم گہرے سبز رنگ کا، سفید عمودی پٹی کا اضافہ 11-اگست 1947ء کو ہوا اور 9 فروری 1949ء کو چاند ستارے کا اضافہ۔ جبکہ قومی نشان چاند اور پانچ کونی ستارہ ہے اور مینار پاکستان قومی مینار کی حیثیت رکھتا ہے جس کا ڈیزائن ماہر تعمیرات نصیر الدین مراد خاں نے بنایا تھا۔

پاکستان کا پہلا دارالحکومت کراچی تھا۔ پھر 1959ء میں اسلام آباد والی جگہ کو مرکزی دارالحکومت کا علاقہ قرار دیا گیا۔ 25 فروری 1960ء کو اس جگہ کا نام اسلام آباد رکھا گیا۔

قومی ترانہ حفیظ جالندھری نے لکھا جسے حکومت نے 7-اگست 1954ء کو منظور کیا اور اس کی دھنیں احمد جی چھاگلہ نے ترتیب دیں۔

قیام پاکستان کے وقت پاکستان میں صرف چار روزنامہ شائع ہوتے تھے، لاہور، پشاور اور ڈھاکہ میں ریڈیو سٹیشن تھے۔ جبکہ ویسٹرن ریلوے کا سب سے بڑا اسٹیشن لاہور میں تھا اور آج بھی ہماری سب سے بڑی ریلوے ورکشاپ لاہور میں ہے۔ علاوہ ازیں محکمہ ڈاک 1852ء سے سندھ سے جاری تھا۔

1956ء میں ٹیلی ویژن پاکستان میں نمائش کے لئے رکھا گیا اور ٹی وی سٹیشن نے نومبر دسمبر 1964ء میں کام کرنا شروع کیا۔

اردو کو 25 فروری 1948ء کو قومی زبان قرار دیا گیا اور اسی سال پاکستان انجمن اقوامِ متحدہ کا رکن بنا تھا۔ یکم اپریل 1948ء کو پاکستانی روپیہ رائج ہوا۔ اس کا ڈیزائن بمبئی کے مشہور آرٹسٹ مسٹر پی ڈبلیو برنڈلے نے تیار کیا۔ پھر یکم جولائی 1948ء کو مرکزی بنک یعنی سٹیٹ بنک آف پاکستان کی بنیاد قائداعظم نے رکھی جبکہ 25 فروری 1951ء میں بھارت نے پاکستانی سکے کی اصل قیمت کو سرکاری طور پر تسلیم کیا جس کی رُو سے پاکستان کے سو روپے بھارت کے 144 روپے کے برابر تھے۔

قیام پاکستان کے بعد قائداعظم نے سب سے بڑی عدالت کا نام فیڈرل کورٹ رکھا اور 1956ء کے آئین میں اس کا نام سپریم کورٹ آف پاکستان رکھا گیا۔

حکومت پاکستان نے یکم اکتوبر 1951ء کو پاکستان کا معیاری وقت رائج کیا اور پاکستان انٹرنیشنل ایئرلائنز (PIA) کا قیام 1954ء میں جبکہ نیشنل شپنگ کارپوریشن (قومی جہاز رانی کارپوریشن) کا قیام یکم مارچ 1964ء کو عمل آیا۔

پاکستان کا قومی درخت ''دیودار'' قومی پھل ''آم'' ہے اور قومی پھول ''چنبیلی'' 15 جولائی 1961ء کو قرار دیا گیا۔ جبکہ اس سے قبل قومی پھول نرگس کا پھول تھا اور قومی جانور چیتا تھا جسے تبدیل کر کے ''ہمالین بکری مارخور'' قرار دیا گیا۔

قومی پرندہ ''چکور''، ریاستی پرندہ ''عقاب''، قومی میمل ''سندھی ڈولفن'' ہے۔ قومی ریپٹائل ''سندھی مگرمچھ'' ہے اور پہاڑ ''کے ٹو'' ہے۔ قومی دریا ''دریائے سندھ''، قومی مینار ''مینارِ پاکستان''، کھیل ''ہاکی'' جبکہ قومی مسجد ''فیصل مسجد'' (اسلام آباد) ہے۔

(ماخذ: معلومات پاکستان از زاہد حسین انجم 1970ء مکتبہ میری لائبریری لاہور)

(مرسلہ: مکرم دانش احمد شہزاد صاحب)

Shop: 047-6211584 | Hall: 047-6216041

Rasheed uddin 0300-4966814 | Aleem uddin 0300-7713128

ہمارے واسطے یہ سال رحمت ہو بشارت ہو

الرفیع بینکوئیٹ ہال

فل ایئر کنڈیشنڈ • فیکٹری ایریا حلقہ سلام ربوہ • تمام سہولیات کے ساتھ

ربوہ کا پہلا شادی ہال جس میں مردوں اور خواتین کیلئے علیحدہ ہال

Rehman Rubber Rollers & Engineering Works

Manufacturers:
Paper, Chip Board and Tanneries Rolls
Marketing Managing Director:
Mujeeb-ur-Rehman
0345-4039635
Naveed ur Rehman
0300-4295130
Band Road Lahore.

STUDY IN GERMANY

Bachelor (with Fundation) & Master Degree Programmes Available

FREE DEGREE PROGRAMMES

Science	Engineering	Management
Medicine	Economics	Humanities

Get 18 Months Job Search Visa After Masters Degree & Even Work Allowed During Studies

APPLY NOW (Requirement)
- Intermediate with above 60%
- A-Level Students
- Bachelor Students with min 70%
- Students awaiting result can also apply

Consultancy+ Admission+Documentation
Even after reaching Germany, pick up service from airport till University
Please contact your Erfolg Team Consultants in Germany
Office:+4979405035030,**Fax:**+4979405035031,**Mob:**+4917656433243
Email: info@erfolgteam.com **Skype**:erfolgteam,**Web: www.erfolgteam.com**

SEA SERVICES INTERNATIONAL
INTERNATIONAL FREIGHT FARWARDERS

We Are Providing Best Possible Services To Our Customers

FCL/LCL OCEAN FREIGHT HANDLING
AIR FEIGHT IMPORT & EXPORT
ROAD TRANSPORTATION
CUSTOM CLEARANCE

CTC Person: Rafi Ahmad Basharat & Farrukh Rizwan Ahmad
Cell No:03008664795 03008655325

P-34,Chenab Market Susan Road
Madina Town, Faisalabad. Pakistan
T.0092-41-8556070-80-90
D. 0092-41-85034440 F.0092-41-8503430
C. 0300-8664795
Email:ahmad@ssipk.com& rizwan@ssipk.com
web: www.ssipk.com

پاکستانی صدور کا تعارف اور ان کا عہدہ صدارت

صدر کے اختیارات

1973ء کے آئین کے تحت صدر، وزیراعظم کے مشوروں کا پابند ہے۔ وہ دوسرے ملکوں میں اپنے ملک کا ترجمان ہوتا ہے۔ اس کے دستخطوں سے اس کے ملک کے سفیروں، کونسلروں اور دیگر مشیروں کی تقرری ہوتی ہے۔ سب اعلیٰ درجے کے ملازمین کی تقرری صدر کے حکم سے ہوتی ہے۔ وزیراعظم، کابینہ کے ارکان، صوبوں کے گورنر، سپریم کورٹ کے چیف جسٹس اور جج، قومی اقتصادی کونسل کے اراکین، دوسرے ممالک میں سفیر اٹارنی جنرل، بری، بحری، ہوائی تینوں فوجوں کا چیف آف سٹاف ان سب عہدوں کی تقرری صدر کے حکم سے ہوتی ہے۔ تقریباً تمام اہم تقریبات کی صدارت صدر ہی کرتا ہے۔ صدر کو آرڈیننس نافذ کرنے کا اختیار بھی حاصل ہوتا ہے۔ صدر، وزیراعظم کے مشورے پر آرڈیننس کا نفاذ کرسکتا ہے۔ پاکستان کے صدر کو پارلیمنٹ کے متعلق بھی کچھ اختیارات حاصل ہیں۔

صدارتی عہدہ کی میعاد

صدارت کے عہدے کی میعاد پانچ سال ہوتی ہے جو کہ صدارت کا عہدہ سنبھالنے کے دن سے ہی شروع ہو جاتی ہے اور جب تک نیا صدر منتخب نہیں ہوجاتا وہ اس عہدے پر کام کرتا رہتا ہے۔ دو مرتبہ صدارت کے عہدہ پر فائز ہونے والا شخص تیسری مرتبہ اس عہدے کے لئے نااہل ہوجاتا ہے۔

صدر کی برطرفی

صدر کو ان صورتوں میں اس عہدے سے برطرف کیا جاسکتا ہے۔ اگر صدر پر آئین کی خلاف ورزی کا الزام ہو۔ اگر صدر جسمانی یا ذہنی طور پر اپنے فرائض ادا کرنے کے قابل نہ رہا ہو۔ اگر اس سے کوئی سنگین بدعملی سرزد ہوئی ہو۔ پارلیمنٹ کے ارکان صدر کے لئے ایک عدلیہ کا کردار ادا کرتے ہیں۔ صدر کے خلاف مواخذہ کی کارروائی کا حق پارلیمنٹ کو دے کر صدر کو پابند کیا گیا ہے۔ مواخذہ کی کارروائی صدر کے خلاف پارلیمنٹ میں ہوتی ہے۔

پاکستان کے صدور

نمبر شمار	نام	آغاز عہدہ	اختتام عہدہ
1	میجر جنرل سکندر مرزا	7/اگست 1955ء	27/اکتوبر 1958ء
2	فیلڈ مارشل محمد ایوب خان	27/اکتوبر 1958ء	25 مارچ 1969ء
3	جنرل آغا محمد یحییٰ خان	25 مارچ 1969ء	20 دسمبر 1971ء
4	ذوالفقار علی بھٹو	20 دسمبر 1971ء	14/اگست 1973ء
5	فضل الٰہی چوہدری	14/اگست 1973ء	16 ستمبر 1978ء
6	جنرل محمد ضیاء الحق	16 ستمبر 1978ء	17/اگست 1988ء
7	غلام اسحٰق خان	17/اگست 1988ء	18 جولائی 1993ء
8	فاروق احمد خان لغاری	14 نومبر 1993ء	2 دسمبر 1997ء
9	محمد رفیق تارڑ	یکم جنوری 1998ء	20 جون 2001ء
10	جنرل ریٹائرڈ پرویز مشرف	20 جون 2001ء	18/اگست 2008ء
11	آصف علی زرداری	9 ستمبر 2008ء	8 ستمبر 2013ء
12	سید ممنون حسین	8 ستمبر 2013ء	

سکندر مرزا

1956ء میں آئین کے تحت پاکستان کو اسلامی جمہوریہ قرار دے کر گورنر جنرل کا عہدہ ختم کر کے عہدہ صدارت تخلیق کیا گیا اور یوں میجر جنرل سکندر مرزا پاکستان کے پہلے صدر بنے۔ 1956ء کو صدر پاکستان میجر جنرل سکندر مرزا نے مشرقی پاکستان میں مسٹر ابوحسین سرکار کی وزارت کو معطل کر دیا اور آئین کی دفعہ 193 کے تحت مشرقی پاکستان میں صدر راج نافذ کر دیا۔ مگر پھر یکم جون کو مشرقی پاکستان میں پارلیمانی حکومت بحال کر دی گئی اور مسٹر ابوحسین سرکار کی وزارت پھر برسراقتدار آگئی۔ سکندر مرزا ریپبلکن پارٹی کے حامیوں میں سے تھے اور وہ ملک میں ہر صورت میں ریپبلکن پارٹی کو برسراقتدار دیکھنا چاہتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے اندرون خانہ حسین شہید سہروردی سے گٹھ جوڑ کر کے انہیں وزیراعظم بنا دیا۔ 1957ء کو سکندر مرزا نے ریپبلکن پارٹی کے سربراہ ڈاکٹر خان صاحب کی سفارش پر آئی آئی چندریگر کی جگہ ملک فیروز خان کو وزیراعظم نامزد کیا۔ اس حکومت کے آتے ہی ملک کی سیاسی ابتری انتہا تک پہنچ گئی۔ 1958ء میں ایک شخص عطا محمد نے ڈاکٹر خان صاحب کو ان کی رہائش گاہ میں گھس کر گولی ماردی۔ چنانچہ 8/اکتوبر 1958ء کو سکندر مرزا صدر سے مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر بن گئے۔ صدر سکندر مرزا بڑے اقتدار پرست اور جاہ پسند تھے۔ ان کی آئینی حیثیت یہ تھی کہ وہ ملک کے پارلیمانی نظام حکومت کے صدر تھے۔ اس نظام حکومت میں اختیارات کا غلط استعمال کرتے تھے۔ سیاستدانوں کو آپس میں لڑانا ان کی حکمت عملی کا ایک حصہ تھا۔ آمرانہ مزاج کی وجہ سے لوگ ان کے خلاف ہوگئے تھے۔ مارشل لاء کے نفاذ کے بعد 1956ء کے آئین کی منسوخی کا اعلان کیا گیا۔ صدر سکندر مرزا نے اپنے خاص دوستوں پر یہ ظاہر کر دیا کہ وہ ایک مہینے کے اندر ہی مارشل لاء ختم کر دیں گے اور تمام اختیارات اپنے ہاتھ میں لے لیں گے لیکن اس کے دوسرے دن جنرل محمد ایوب خان نے یہ اعلان کیا کہ ملک کے حالات کو بہتر بنانے کے لئے اصلاحات کی سخت ضرورت ہے اور اس کے لئے مارشل لاء کو برقرار رکھنا ضروری ہے۔ اس طرح سکندر مرزا کے لئے صدارت کا حصول اب محال ہو گیا اور اس طرح سکندر مرزا کو صدارت چھوڑ دینے پر مجبور کر دیا گیا اور خود ایوب خان اس عہدے پر فائز ہوگئے۔

محمد ایوب خان

فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کے صدارتی دور حکومت کا آغاز 27/اکتوبر 1958ء سے ہوا۔ انہوں نے ملک کے درہم برہم نظام کو درست کرنے کے لئے کچھ اصلاحات عملدرآمد کیں۔ جن میں تعلیمی، قانونی، مالیاتی، زرعی، نظم ونسق کی اصلاحات شامل تھیں۔ 1958ء کے آئین کے مطابق نافذ کیا جانے والا پارلیمانی نظام حکومت جب ناکام ہوگیا تو اس کے بعد صدر ایوب نے ملک میں صدارتی طرز حکومت کو رواج دیا اور اس مقصد کی خاطر انہوں نے بنیادی جمہورتیوں کا نظام نافذ کیا تاکہ لوگ اس نظام کے ذریعے اپنے مسائل کو بہتر طور پر حل کرسکیں۔ یکم مارچ 1962ء کو صدر ایوب نے ملک کو نیا آئین دیتے ہی ملک سے مارشل لاء اٹھالیا۔

صدر ایوب کے ہی دور میں روس میں پاکستان اور بھارت کے درمیان 9 نکاتی ''معاہدہ تاشقند ہوا'' معاہدہ استنبول بھی عہد ایوبی کا اہم کارنامہ ہے۔ عہد ایوبی کے زوال کی وجوہ میں سیاسی جماعتوں کا پارلیمانی نظام کی بحالی کا مطالبہ، بیوروکریسی، مذہبی معاملات میں حکومت کی غیر ضروری مداخلت شامل تھیں۔ 1965ء کے انتخابات کے بعد ہی عوام نے محسوس کیا کہ صدر ایوب اقتدار پر ہمیشہ کے لئے فائز رہنا چاہتے ہیں اس لئے اسی وقت سے عوام کا ان کے خلاف نفرت کا آغاز ہوچکا تھا اور پھر 1965ء کی جنگ میں جب حکومت جنگ بندی پر راضی ہوگئی تو عوام کو اس پر بھی مایوسی ہوئی۔

آغا محمد یحییٰ

مغربی پاکستان میں مسٹر بھٹو نے حکومت کی آمریت کے خلاف دھواں دھار تقاریر کیں۔ یہ وہ حالات تھے جن کے باعث صدر ایوب نے 25 مارچ 1969ء کو تمام اختیارات بری فوج کے کمانڈر اور چیف جنرل آغا محمد یحییٰ خان کے سپرد کر دیئے جس نے اختیارات سنبھالتے ہی مارشل لاء نافذ کر دیا۔ یحییٰ خان نے اپنے دور کے آغاز میں چند اصلاحات نافذ کیں جن میں نئی تعلیمی پالیسی، نئی لیبر پالیسی، انتظامیہ کی تطہیر، وحدت مغربی پاکستان کا خاتمہ شامل ہیں۔ یحییٰ خان کے دور کا ایک رسوا کن پہلو جنگ دسمبر 1971ء ہے جس کے بعد مشرقی پاکستان ہم سے علیحدہ ہوگیا سقوط مشرقی پاکستان کے واقعہ کے بعد دنیا کے اسلامی نقشہ میں پاکستان کو جو امتیازی مقام حاصل تھا وہ ختم ہوگیا۔ اس عظیم سانحہ کے بعد بھی یحییٰ خان حکومت سے دستبردار ہونے کے لئے تیار نہ تھے۔ لیکن شدید عوامی ردعمل اور غیظ وغضب سے مجبور ہوکر وہ اقتدار منتقل کرنے پر راضی ہوگئے۔

ذوالفقار علی بھٹو

سقوط ڈھاکا کے بعد یحییٰ خان نے اقتدار 20 دسمبر 1971ء کو پاکستان پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو کے سپرد کر دیا۔ جس وقت بھٹو نے اقتدار سنبھالا پاکستان کی حالت ہر لحاظ سے خراب تھی۔ مشرقی پاکستان علیحدہ ہو چکا تھا۔ آپ نے بیشمار اصلاحات نافذ کیں جن کی بدولت زندگی کے ہر شعبے میں ترقی ہو رہی تھی۔ ان اصلاحات میں صنعتی، لیبر، زرعی، تعلیمی، صحت، قانونی، انتظامی اور کئی اصلاحات قابل ذکر ہیں۔ چھوٹے ملازمین کی تنخواہوں میں اضافہ، بینکوں کو قومی ملکیت میں لیا جانا، نئی درآمدی پالیسی، اسلامی سربراہ کانفرنس لاہور کا انعقاد، احمدیوں کو غیر مسلم قرار دیا اور 1973ء کے دستور کی تشکیل ہے جس میں پہلی مرتبہ اسلام کو ملک کا سرکاری مذہب قرار دیا گیا تھا۔ اس دستور کے تحت پارلیمنٹ کوئی ایسا قانون وضع نہیں کرسکتی جو خلاف اسلام ہو۔ وزیراعظم کے عہدے کو کافی حد تک بااختیار بنایا گیا۔

فضل الٰہی چوہدری

ذوالفقار علی بھٹو کے دور وزارت عظمیٰ میں ملک کے صدر چوہدری فضل الٰہی چوہدری صدر تھے، اختیارات کی مرکزیت پارلیمنٹ اور وزیراعظم کے پاس ہونے سے صدر کا عہدہ فائلوں پر دستخط کرنے اور تقریبات میں فیتہ کاٹنے تک سمٹ گیا۔ 14/اگست 1973ء کو ملک میں نئے دستور کے نفاذ کے ساتھ ہی پارلیمانی نظام بحال کر دیا گیا۔ فضل الٰہی چوہدری 1973ء کے آئین کے تحت ذوالفقار علی بھٹو کے بعد پاکستان کے پہلے صدر بنے جن کے پاس وزیراعظم سے کم اختیارات تھے۔ کھاریاں کے فضل الٰہی چوہدری قومی اسمبلی کے سپیکر بھی رہ چکے تھے اور پارلیمانی سیاست میں وسیع تجربہ رکھتے تھے۔ وہ جنرل ضیاء الحق کی طرف سے اقتدار پر قبضے کے بعد مستعفی ہوگئے۔

المعروف چوہدری سراج دین اینڈ سنز
نگینہ برتن سٹور
طالب دعا: چوہدری مبارک احمد
چوک جتوتھاں۔ چنیوٹ فون:
047-6332870
0300-7714390

Deals in HRC,CRC,EG,P&O,Sheets &Coil
JK STEEL
Lahore

سمیع سٹیل ٹریڈرز
مینوفیکچرز اینڈ جنرل آرڈر سپلائرز
اعلیٰ قسم کے لوہے کی چوکھاٹ کا مرکز
ڈیلرز: G.P.-C.R.C.-H.R.C شیٹ اینڈ کوائل

گورنمنٹ لائسنس نمبر 2805
احمد ٹریولز انٹرنیشنل
یادگار روڈ ربوہ
اندرون و بیرون ہوائی ٹکٹوں کی فراہمی کیلئے رجوع فرمائیں
Tel:6211550 Fax 047-6212980
Mob:0333-6700663
E-mail:ahmadtravel@hotmail.com

Ahmad Homoeo Clinic
Specialist Skin Liver & Chronic Diseases
Skype:homoeo dr munawar
E-mail:homoeo_dr.munawar@yahoo.com
Mob:0333-6531650
H.Dr. Mirza Munawar Mehmood
D.H.M.S, R.H.M.P
ناغہ بروز جمعہ
Rex City opp Zahoor Plaza, Qabristan Chowk, Satiana Road, Faisalabad

VINYL CENTER
Wall Paper
Window Blinds
Glass Paper
Vinyle Tiles
False Ceiling
PVC Paneling
Curtain Cloth
12-13-LG, Glamour 1 Plaza
Township, Lahore.
: 042-35151360
Mobile: 0300-4122757
0321-4251115
Email:vinylcenter@yahoo.com
Interiors
A Faizan Butt

المبارک جیولرز
چوک دربارے والا
سی بلاک۔ صرافہ بازار اوکاڑہ
0331-7467452 طالب۔ میاں مبارک احمد
0333-6961355: دعا۔ میاں نوید احمد
044-2511355-2521355

The Vision of Tomorrow
New Haven Public School
Multan Tel :061-6779794

گارڈر۔ سریا۔ ٹی آئرن۔ پلاسٹک رنگ و روغن۔ دروازے
چوہدری آئرن سٹور
بیرون غلہ منڈی سرگودھا
طالب دعا: چوہدری محمود احمد: 048-3713984

معیاری اور عمدہ اشیاء صرف کے لئے تشریف لائیں۔
رؤف پنسار سٹور
تحصیل روڈ
غلہ منڈی گوجرخان
فون آفس: 051-3512074,051-3512068

Love For All Hatred For None
تقریب ریسٹورنٹ
اسلام آباد ہائی وے اور لیتھرار روڈ کے سنگم پر پل کہنہ گوجر اسلام آباد
پروپرائٹر: چوہدری علی محمد وڑائچ فون 5-2614001

اعلیٰ کوالٹی ہمارا معیار۔ لذیذ مٹھائیوں کا مرکز
صبح کا ناشتہ حلوہ پوری بھی دستیاب ہے
گاجر حلوہ سپیشل
شادی بیاہ اور تقریبات کیلئے ہماری خدمات حاصل کریں
محمود سویٹ شاپ
اقصیٰ روڈ ربوہ
طالب دعا: ریاض احمد۔ اعجاز احمد
فون شوروم: 047-6215523-0333-6704524

امپورٹڈ میٹیریل سے تیار اعلیٰ کوالٹی کے ریڈیٹر ہوز پائپ بنانے والے علاوہ ازیں ہیٹر پائپ نیز یونیورسل پائپ بھی دستیاب ہیں۔
SRP
سینکی ربڑ پارٹس
میاں ریاض احمد
0300-9401543:
مین جی ٹی روڈ رچنا ٹاؤن لاہور
میاں عدنان عباس
0300-9401542:
طالب دعا: میاں عباس علی
042-36170513,042-37963207 042-37963531

شفا خدا کے فضل سے
بواسیر خونی و بادی، ٹانسلز ناک گلے میں غدود
گردے مثانے کی پتھری بے اولادی کا شافی علاج
الثمر ہومیو کلینک
طارق مارکیٹ اقصیٰ چوک ربوہ
03336704127

اک قطرہ اس کے فضل نے دریا بنا دیا
NASEEM
JEWELLERS
23K/22K JEWELLERY SUPPLIERS
پروپرائٹر: میاں وسیم احمد
فون دکان 6212837
Mob:03007700369
اقصیٰ روڈ ربوہ

سیال موبل آئل سنٹر اینڈ سپیئر پارٹس
ورکشاپ کی سہولت۔ گاڑی کرایہ پر لینے کی سہولت
نزد پھاٹک اقصیٰ روڈ ربوہ
عزیز اللہ سیال
047-6214971
0301-7967126

خادم حسین
0334-6204816
047-6211796
لاثانی ٹریڈرز ہارڈ ویئر اینڈ ٹولز سٹور
ورائٹی میں ایک قابل اعتماد نام
رحمن کالونی ساہیوال روڈ ربوہ نزد بیت اقصیٰ گیٹ نمبر 1

خدا تعالیٰ کے فضل و رحم کے ساتھ
اٹھوال فیبرکس
بوتیک ہی بوتیک، ریڈی میڈ بوتیک کی تمام ورائٹی پر زبردست سیل اور
امپورٹڈ بیڈ شیٹ کی ورائٹی چیلنج ریٹ پر
اعجاز احمد طاہر 0333-3354914:
ملک مارکیٹ ریلوے روڈ ربوہ

Fabricators, Engineers & Contractors
Steel Body Fabricators of
Buses, Truks
Fire Brigade
Ambulances
Hydraulic Cranes
Carrier Trailers
Trolleys
Heavy Air Conditioning Units
Oil/Water Tankers
Mobile Carvans & Shelters
ISMAIL & CO. (PVT) LTD
Ismail & Co. (PVT) Ltd. Factory
Cell: 0092 300 5262413
M.Ahmed Siddiqui
Chief Executive
Karim Plaza, 26 No Chungi Peshawar Road,12 km Rawalpindi Islamabad.
Ph:+92512227728-29-55,7109655 Fax:+9251 2227750
E-mail: ismailandco@yahoo.com Web:www.ismailco.50wbes.com

کراچی اور سنگاپور کے K-21 اور K-22 کے فینسی زیورات کا مرکز
العمران جیولرز
الطاف مارکیٹ بازار کاٹھیاں والا سیالکوٹ
طالب دعا:۔ عمران مقصود
فون شوروم: 052-4594674 موبائل: 0321-6141146

جنرل ضیاء الحق

جنرل ضیاء الحق نے اپنے دورِ صدارت کا آغاز 1978ء سے کیا۔ 1973ء کے آئین میں سے کچھ دفعات کو معطل کر کے ترامیم کی گئیں۔ ضیاء دور میں آئین میں آٹھویں ترمیم کی گئی۔ اس کے بعد ملک سے مارشل لاء کا خاتمہ ہوا۔ 1984ء میں ملک بھر میں ریفرنڈم کرائے گئے جس پر حبیب جالب نے کہا۔

شہر میں ہُو کا عالم تھا
جن تھا یا ریفرنڈم تھا

تاہم الیکشن کمیشن کی طرف سے اعلان ہوا کہ 90 فیصد سے زائد ووٹ صدر ضیاء الحق کو پڑے اور ان کو مزید پانچ سال ملک پر حکومت کرنے کے لئے چن لیا گیا۔ 1985ء میں غیر جماعتی انتخابات کرائے گئے۔ ان انتخابات کے سلسلے میں جمہوری حکومت قائم کی گئی اور مارشل لاء اٹھالیا گیا۔ مارشل لاء لگنے کے باوجود ملک میں امن وامان کی صورتحال بہتر نہ تھی۔ 17 راگست 1988ء کو ضیاء الحق ایک فضائی حادثے کا شکار ہوئے اور یوں ان کا دور حکومت اختتام پذیر ہوا۔ یہی وہ آمریت کا سیاہ دور تھا جب انسانی حقوق غصب کئے گئے، سیاسی کارکنوں کو کوڑے مارے گئے۔ انہوں نے منتخب وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کو پھانسی دی۔

غلام اسحٰق خان

ضیاء الحق کی حادثے میں ہلاکت کی اطلاع ملتے ہی سینٹ کے چیئرمین غلام اسحٰق خان نے صدر مملکت کے عہدے کی ذمہ داری سنبھال لی اور حادثے کی تحقیقات کا حکم صادر کر دیا۔ اقتدار سنبھالتے ہی آپ نے ملک میں ہنگامی حالت نافذ کرنے کا اعلان کیا۔ آپ کے ابتدائی اقدامات میں اس بات کو مدنظر رکھا گیا کہ انتخابات طے شدہ پروگرام کے تحت کروائے جائیں۔ خارجہ پالیسی کو بدستور اسی طرح جاری رکھا جائے۔ چاروں صوبوں میں نگران حکومتوں کو بدستور کام کرنے کی اجازت دی جائے۔ اس کے علاوہ ضیاء الحق کی ناگہانی موت سے خالی ہونے والے چیف آف آرمی سٹاف کے عہدے پر جنرل مرزا اسلم بیگ کو متعین کیا گیا۔ 6 دسمبر 1988ء میں ہونے والے صدارتی انتخابات میں چاروں صوبائی اسمبلیوں نے اسحٰق خان کو بھاری اکثریت کے ساتھ صدر منتخب کر لیا۔ 1990ء کو صدر اسحٰق خان نے قومی اسمبلی کو منسوخ کر کے بے نظیر کی حکومت کو برطرف کر کے ہنگامی حالت کے نفاذ کا بھی اعلان کر دیا۔ صدر نے بے نظیر کی حکومت پر بدعنوانی، اپنے اختیارات کے ناجائز استعمال اور جمہوری روایات کو پامال کرنے کے الزامات لگائے اس کے علاوہ آپ نے اسی سال عام انتخابات کرانے کا بھی اعلان کیا۔ صدارتی اعلان کے ساتھ نئے انتخابات کا انعقاد عمل میں آیا اور اس طرح نواز شریف پاکستان کے نئے وزیر اعظم منتخب ہو گئے۔ 1993ء میں جب سابق چیف آف آرمی سٹاف آصف نواز دل کا دورہ پڑنے سے انتقال کر گئے تو نئے چیف آف آرمی سٹاف کی تقرری کے مسئلے پر صدر اور وزیر اعظم کے مابین اختلافات پیدا ہو گئے۔ بعد ازاں مختلف موضوعات پر وزیر اعظم اور صدر کے اختلافات بڑھتے گئے اور پھر صدر غلام اسحٰق خان نے نواز شریف حکومت کو برطرف کر دیا اور اس خلاء کو پُر کرنے کے لئے سردار بلخ شیر مزاری کو پاکستان کا نگران وزیر اعظم مقرر کر دیا۔ 1993ء میں صدر نے اپنے عہدے سے استعفیٰ دے دیا۔

فاروق احمد خان لغاری

فاروق احمد لغاری 1940ء میں ڈیرہ غازی کے ایک بلوچ جاگیردار گھرانے میں پیدا ہوئے۔ والد کی وفات کے بعد سیاست کے میدان میں آ گئے۔ پنجاب اسمبلی کے علاوہ کئی مرتبہ رکن قومی اسمبلی بھی منتخب ہوئے۔ 13 نومبر 1993ء کو فاروق خان لغاری نے پاکستان کے آٹھویں صدر کا حلف اٹھایا۔ وہ پیپلز پارٹی کی بھرپور حمایت کے ساتھ عہدہ صدارت پر فائز ہوئے۔ 1997ء کے نئے الیکشن میں میاں نواز شریف کی جماعت بھرپور اکثریت کے ساتھ جیتی۔ نواز شریف نے صدر کے صوابدیدی اختیارات کو ختم کر دیا تو صدر اور وزیر اعظم میں ٹھن گئی اور صدر فاروق لغاری 2 دسمبر 1997ء کو مستعفی ہونے پر مجبور ہوئے اور اس وقت کے چیف جسٹس سجاد علی شاہ کو بھی مستعفی ہونا پڑا۔ لغاری نے سیاست سے کنارہ کشی کی بجائے اپنی سیاسی جماعت ملت پارٹی کی بنیاد رکھی۔ جس نے سات جماعتی الائنس نیشنل الائنس میں شامل ہو کر 2002ء کے انتخابات میں حصہ لیا۔ ان کی جماعت کوئی پذیرائی نہ حاصل کر پائی پھر اسے مسلم لیگ قائداعظم میں ضم کر دیا۔

محمد رفیق تارڑ

پاکستان کے دسویں صدر جسٹس ریٹائرڈ محمد رفیق تارڑ تھے جنہوں نے میاں نواز شریف کے دور حکومت میں یکم جنوری 1998ء کو عہدہ صدارت سنبھالا۔ 1999ء میں مشرف کی طرف سے میاں نواز شریف حکومت کی برطرفی کے بعد انہیں عہدے سے نہیں ہٹایا گیا۔ ان کی مدت صدارت 31 دسمبر 2002ء تھی مگر جنرل مشرف نے ایک آرڈیننس جاری کر کے انہیں 20 جون 2001ء کو صدارت سے فارغ کر دیا۔ رفیق تارڑ 1997ء سے سپریم کورٹ کے جج کے طور پر ریٹائر ہونے کے بعد پاکستان مسلم لیگ نواز کے ٹکٹ پر سینیٹ کے رکن منتخب ہوئے اور پھر اسی سال ملک کے صدر بنے۔ ان کے دور میں صدر کے اختیارات کو بتدریج کم کیا گیا۔ تیرہویں ترمیم میں زیادہ تر اختیارات صدر سے وزیر اعظم کو تفویض کر دیئے گئے۔ اس لئے رفیق تارڑ ایک رسمی صدر رہے۔ انہوں نے پنجاب یونیورسٹی کے لاء کالج سے قانون کی ڈگری لی اور انہیں 1989ء میں بے نظیر بھٹو نے لاہور ہائی کورٹ کا چیف جسٹس مقرر کیا۔ تارڑ لاہور ہائی کورٹ کے 28ویں چیف جسٹس تھے۔ رفیق تارڑ گوجرانوالہ کے پیر کوٹ میں 2 نومبر 1929ء کو پیدا ہوئے۔ 1949ء میں بی اے اور 1951ء میں ایل ایل بی کیا۔ رفیق تارڑ جنوری 1991ء سے اکتوبر 1994ء تک سپریم کورٹ کے جج رہے۔

جنرل پرویز مشرف

جنرل ریٹائرڈ پرویز مشرف نے 12 راکتوبر 1999ء کو فوج کے ذریعے اقتدار پر قبضہ کیا اور اس وقت کے وزیر اعظم نواز شریف کو حراست میں لیا۔ صدر مشرف 8 سال 10 ماہ اور 6 دن اقتدار میں رہے۔ 2000ء میں اعلیٰ عدلیہ کے لئے پی سی او جاری کیا اور ایک درجن ججوں کو برطرف کر دیا، 2001ء میں نیا ضلعی نظام متعارف کرایا۔ 20 جون 2001ء کو رفیق تارڑ کو برطرف کر کے وہ چیف ایگزیکٹو کے ساتھ ملک کے صدر بن گئے۔ 30 راپریل 2002ء کو انہوں نے پورے ملک میں ریفرنڈم کرایا، سیاسی جماعتوں نے اسے مسترد کر دیا اور بائیکاٹ کیا مگر انہوں نے اپنی مدت صدارت میں پانچ سال کا اضافہ کرلیا۔ 2002ء میں متنازع لیگل فریم ورک آرڈر جاری کیا، سترہویں ترمیم کو آئین کا حصہ بنایا گیا، متحدہ مجلس عمل کے ساتھ معاہدے کے تحت وہ فوجی وردی میں رہے۔ 2007ء میں سپریم کورٹ کے چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری کو ہٹا کر ریفرنس دائر کر دیا۔ جس پر ایک احتجاجی تحریک شروع ہوئی۔ این آر او جاری کیا، اسی سال دوبارہ صدر منتخب ہوئے۔ تین نومبر کو ملک میں ایمرجنسی کا نفاذ کر کے اعلیٰ ججوں اور آئین کو معطل کر دیا۔ 28 نومبر کو مشرف نے فوجی کمان جنرل اشفاق پرویز کیانی کے سپرد کر دی۔ ان کی مدت 5 نومبر 2007ء کو ختم ہونے لگی تو انہوں نے گزشتہ اسمبلی سے اپنے آپ کو آئندہ پانچ سال کے لئے صدر منتخب کروالیا لیکن 18 فروری 2008ء کے انتخابات میں ان کی حلیف جماعت کو شکست ہوئی اور پاکستان پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ (ن) برسراقتدار آئیں۔ ان دونوں جماعتوں نے صدر مشرف کے خلاف مواخذے کی تحریک پیش کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں لیکن مشرف نے صدارت سے 18 اگست 2008ء کو استعفیٰ دے دیا اور یوں 6 ستمبر 2008ء کو نئے صدارتی انتخابات کرانے کا اعلان کیا گیا۔

آصف علی زرداری

آصف علی زرداری کے دور صدارت میں کئی اہم سنگ میل عبور ہوئے جن میں 1973ء کے آئین کے اصل شکل میں بحالی، گلگت بلتستان کو آئینی اختیارات دینا، ساتویں این ایف سی ایوارڈ کی متفقہ منظوری، گندم کی پیداواریت میں خود کفالت، اٹھارہویں ترمیم کی متفقہ منظوری، 24 ارب ڈالر کی برآمدات کا ریکارڈ، صدارتی اختیارات کو وزیر اعظم اور پارلیمنٹ کو تفویض، 17 ارب ڈالر کے نئے زرمبادلہ کے ذخائر، صوبوں کو مالی اور انتظامی خودمختاری، آغاز حقوق بلوچستان اور بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام کے ذریعے 50 لاکھ خاندانوں کی کفالت شامل ہیں، ان ہی کے دور میں بادل نخواستہ عدلیہ کو بحال کیا گیا، 19,18 اور 20ویں ترمیم منظور ہوئی، فاٹا میں سیاسی اصلاحات کا نفاذ ہوا، دہشت گردی کے خلاف سوات میں حکومتی رٹ قائم کی گئی۔

بلوچ سندھی سیاستدان اور ذوالفقار علی بھٹو کے ابتدائی سیاسی ساتھیوں میں شامل حاکم علی زرداری کے بیٹے آصف زرداری جولائی 1956ء میں پیدا ہوئے۔ 18 دسمبر 1987ء میں ان کی شادی بے نظیر بھٹو سے ہوئی۔ 1988ء میں جب بے نظیر بھٹو برسراقتدار آئیں تو آصف زرداری بھی وزیر اعظم ہاؤس میں منتقل ہو گئے اور ان کی سیاسی زندگی باضابطہ طور پر شروع ہو گئی۔ 1990ء میں بے نظیر حکومت کی برطرفی کے بعد ہونے والے انتخابات میں وہ رکن قومی اسمبلی بنے۔ 27 دسمبر 2007ء کو بے نظیر بھٹو قتل کے بعد آصف علی زرداری کی قیادت میں پیپلز پارٹی انتخابات میں سب سے بڑی پارٹی بن کر ابھری اور پھر انہوں نے ملک کا صدر بننے کا فیصلہ کر لیا۔ 6 ستمبر 2008ء کے صدارتی انتخاب میں آصف علی زرداری نے 481 الیکٹرول ووٹ حاصل کئے جبکہ مسلم لیگ نواز کے امیدوار محمد سعید الزماں صدیقی نے 153 اور مسلم لیگ (ق) کے مشاہد حسین سید نے 44 الیکٹرول ووٹ حاصل کئے۔ اس طرح آصف علی زرداری بھاری اکثریت سے منتخب ہوئے۔ 9 ستمبر 2008ء کو آصف زرداری نے ملک کے گیارہویں صدر کا حلف لیا۔ 8 ستمبر 2013ء کو وہ اپنے عہدے سے سبکدوش ہوئے۔

ممنون حسین

اترپردیش کے تاریخی شہر آگرہ کے علاقے نائی کی منڈی میں 1940ء میں پیدا ہونے والے ممنون حسین آٹھ برس کی عمر میں اپنے خاندان کے ساتھ نقل مکانی کر کے پاکستان آ گئے تھے۔ انسٹیٹیوٹ آف بزنس ایڈمنسٹریشن کراچی سے گریجوایٹ کی ڈگری حاصل کی اور 1970ء سے مسلم لیگ سے منسلک رہے۔ 1993ء کے بعد وہ مسلم لیگ سندھ کے قائم مقام صدر اور دیگر عہدوں پر فائز رہے، ممنون حسین 1997ء میں سندھ کے وزیر اعلیٰ لیاقت جتوئی کے مشیر بھی رہے۔ 1999ء میں انہیں گورنر سندھ مقرر کیا گیا۔ تجزیہ نگاروں کے نزدیک ممنون حسین بھی رفیق تارڑ کی طرح نواز شریف کے لئے ایک بے ضرر صدر ثابت ہوں گے۔ ان کے سامنے بڑے بڑے چیلنجز ہیں جن میں دہشت گردی، ٹارگٹ کلنگ، مہنگائی، بے روزگاری، لوڈشیڈنگ جیسے مسائل شامل ہیں۔ ممنون حسین کا تعلق کراچی سے ہے۔

(روزنامہ جنگ لاہور 9 ستمبر 2013ء)

Premium Plastic Ware

نیا Face
وہی خاص Taste
Shezan
THICK TOMATO KETCHUP
Ketchup
ٹماٹو کیچپ
1kg
100% BEST JUICY TOMATOES
Shezan